باب سوم

اِمامِ اَعظمؒ سے اِمام بخاریؒ کے عدمِ روایت کی وجوہات پر بحث و تحقیق

www.MinhajBooks.com

امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر ایک اعتراض بڑا شدّ و مد سے یہ کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے امامِ اعظم سے اس لئے روایت نہیں لی کیونکہ وہ امامِ اعظم کو حدیث میں غیر ثقہ اور ضعیف سمجھتے تھے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا بے بنیاد اور غیر حقیقی الزام ہے جو متنقصینِ امامِ اعظم نے فقط خواہشِ نفس کے زیرِ اثر وضع کیا ہے۔ گو یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ امام بخاری نے امام صاحب سے کوئی روایت نہیں لی لیکن صرف اس بنیاد پر دعویٰ کرنا کہ امامِ اعظم غیر ثقہ تھے، انتہائی لغو اور بے حقیقت بات ہے جو صرف معترضینِ امامِ اعظم ہی کا خاصہ ہے۔ ہم نے امام بخاری کی تمام تصانیف کھنگال ڈالی ہیں اور اُن سے متعلقہ تمام کتب کی ایک ایک سطر دیکھی ہے لیکن کہیں بھی کوئی ایک قول یا بیان ایسا نہیں پایا جس میں امام بخاری نے امامِ اعظم کو غیر ثقہ کہہ کر مسترد کیا ہو یا اُن سے عدم اخذِ حدیث کا سبب مخالفین کی اس تاویلِ باطل کو قرار دیا ہو۔ لہٰذا اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ حقیقت پسندی سے اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ امام بخاری نے امامِ اعظم سے کیوں حدیث نہیں لی تاکہ حقیقت نکھر کر سامنے آ جائے۔ زیرِ نظر باب میں اسی اعتراض کو مدِّنظر رکھتے ہوئے حقائق بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ کسی محدّث سے عدمِ روایت اُس کے ضعف کی دلیل نہیں

امام بخاری کے امامِ اعظم سے حدیث روایت نہ کرنے کی بحث کو ہم اس تناظر میں لے سکتے ہیں کہ کسی محدّث کا دوسرے محدّث سے حدیث روایت نہ کرنا اس کے ضعف کے باعث نہیں ہوتا بلکہ اس کے کئی اور اسباب بھی ہوتے ہیں اگر امام بخاری نے اپنی صحیح میں کسی محدّث سے حدیث روایت نہیں کی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اس

عمل سے اس محدّث کا علمی مقام کم ہو گیا ہو۔ اگر کوئی اسی بات پر اصرار کرے کہ امام بخاری اگر کسی محدّث کو جاننے کے باوجود ان سے حدیث روایت نہ کریں تو اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ وہ انہیں حدیث میں کمزور سمجھتے ہیں۔ ہم اس شخص کی بات سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا کہنے والا محدّثین کے اخذِ حدیث کرنے کے قواعد و ضوابط اور رُواۃِ حدیث کے حالات و واقعات سے صحیح طور پر آگاہ نہیں۔ بطور دلیل ائمہ صحاح ستہ اور ائمہ فقہاء کی چند مثالیں درج ذیل ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف ائمہِ حدیث نے استاد، شاگرد ہونے یا دیگر علمی و فکری روابط کے باوجود ایک دوسرے سے حدیث روایت نہیں کی۔

(۱) ’صحیحین‘ میں امام شافعیؒ سے بھی روایت نہیں کیا گیا

معترضین کا یہ سوال - کہ ’’امام بخاری کا امامِ اعظم سے عدمِ روایت ان کے ضعف یا غیر ثقہ ہونے کی طرف اشارہ ہے‘‘ - اگر درست مان لیا جائے تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری سمیت امام مسلم نے ’صحیحین‘ میں کوئی ایک روایت بھی امام شافعی کی سند سے نہیں لی۔ حالانکہ امام شافعی تو ان کے نزدیک ضعیف یا غیر ثقہ نہیں سمجھے جاتے تھے۔

۱۔ امام بخاری جو خود شافعی ہیں یا مائل بہ شافعیت ہیں لیکن جس طرح امام بخاری نے امام ابو حنیفہ سے کوئی حدیث نہیں لی اسی طرح پوری صحیح البخاری میں امام بخاری نے ایک حدیث بھی امام شافعی کے واسطہ سے نہیں لی۔ امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں امام بخاری کے متعلق لکھا ہے:

لم يرو عن الشافعي فی الصحيح. (۱)

’’امام بخاری نے امام شافعی سے الصحیح میں روایت نہیں کیا۔‘‘

(۱) قسطلانی، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۳۳

۲۔ امام بخاری کی طرح امام مسلم نے بھی اپنی الصحیح میں امام شافعی کے طریق سے ایک روایت بھی نہیں لی۔

کیا معترضین کے نزدیک شیخین نے امام شافعی کو بھی حدیث میں غیر ثقہ سمجھ کر ان سے روایت نہیں لی؟ کیا اس سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کے نزدیک امام شافعی روایتِ حدیث میں ثقہ اور معتبر نہیں تھے؟ ضعیف الحدیث تھے؟ اگر اُن کی عدمِ روایت سے یہ معنی اخذ کر لیا جائے تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہو گا کہ امام بخاری و امام مسلم نے امام شافعی کے مذہب کو کس بنیاد پر قبول کیا، کیونکہ مذہب تو قائم ہی احادیث پر ہوا تھا۔ امام شافعی نے اپنے مذہب کی ساری بنیاد اُنہی احادیث پر رکھی تھی جو ان تک پہنچیں۔ اگر روایتِ حدیث میں ان کو کمزور اور ضعیف سمجھ لیا جائے تو امام بخاری اور امام مسلم کا ان کے مذہب کو قبول کرنا، یا ان کے مذہب کی طرف راغب ہونا یا ان کے اصولوں پر عامل ہونا یا عملاً ان کے مذہب کو ترجیح دینا، ناقابلِ فہم ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسا کہیں سے بھی ثابت نہیں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے امام شافعی کو ضعیف سمجھا ہو بلکہ اگر کوئی ایسا سوچے تو یہ صرف اس کا زعم باطل ہی ہو گا۔ محدّثین کے اپنے اسباب ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ بعض اصحابِ حدیث سے روایت نہیں کرتے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ موضوع کی مناسبت سے ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

(۲) امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی

امام بخاری، امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں آٹھ مرتبہ ان کے پاس بغداد گئے، ان کی زیارت کی اور براہِ راست ان سے سماع کیا۔

۱۔ امام بخاری نے خود اس کو بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

دخلت بغداد آخر ثمان مرّات، کل ذلک أجالس أحمد بن حنبل.[۱]

’’میں آخری آٹھویں بار بغداد گیا، ہر بار میں امام احمد بن حنبلؒ کی مجالست اختیار کرتا۔‘‘

۲۔ امام مزی اور امام سیوطی نے امام بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عن الإمام أحمد بن حنبل.[۲]

’’امام بخاری نے امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کیا ہے۔‘‘

اس کے باوجود امام بخاری نے پوری الجامع الصحیح میں امام احمد بن حنبلؒ سے براہِ راست صرف ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی ’موقوفاً‘۔ یہ حدیث امام بخاری نے ’الصحیح (کتاب النکاح، باب: ما یحل من النساء وما یحرم، وقولہ تعالیٰ: حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ، ۵: ۱۹۶۳)‘ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ترجمۃ الباب میں درج کی ہے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ ’فتح الباری شرح صحیح البخاری‘ میں اس مقام پر لکھتے ہیں:

ولیس للمصنف في ھذا الکتاب روایۃ عن أحمد إلا في ھذا الموضع.

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲: ۲۲
۲۔ ابن النقطۃ حنبلی، التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والمسانید، ۱: ۳۲
۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۰۳

(۲) ۱۔ مزی، تھذیب الکمال، ۲۴: ۴۳۱
۲۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۵۲

’’امام بخاری نے اس کتاب میں امام احمد سے اس جگہ کے علاوہ اور کوئی روایت براہِ راست نہیں لی۔‘‘

امام عسقلانی آگے لکھتے ہیں:

وأخرج عنه فی آخر المغازي حديثاً بواسطة.[1]

’’امام بخاری نے امام احمد سے ایک اور حدیث کتاب المغازی کے آخر میں بالواسطہ لی ہے۔‘‘

امام بخاری نے امام احمد بن حنبل سے بالواسطہ حدیث ’الصحیح‘ میں کتاب المغازی، باب کَمْ غَزَا النَّبِیُّ ﷺ (۴: ۱۶۲۱، رقم: ۴۲۰۳) کے تحت درج کی ہے۔

۳۔ امام کلاباذی نے ’رجال صحیح البخاری‘ میں امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔

حیران کن بات ہے کہ امام بخاری نے بغداد کے سفروں کے دوران خود امام احمد بن حنبل کے ہاں اُن کے گھر میں آٹھ مرتبہ قیام کیا تھا۔ امام بخاری نے ان قیام کے دوران اُن سے کثیر احادیث سنیں مگر پوری صحیح بخاری میں براہِ راست اُن سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے اور دوسری جگہ واسطہ سے لی ہے۔ کیا اس سے امام بخاری کے نزدیک امام احمد بن حنبل ضعیف الحدیث قرار پاتے ہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کی دیگر وجوہات ہیں۔

(۳) امام بخاری نے ’الصحیح‘ میں اپنے شیخ ’الذھلی‘ کا پورا نام نہیں لیا

امام بخاری کے ایک شیخ ہیں: امام محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد الذُّھلی۔

(۱) عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۱۵۴

امام بخاری نے اپنی الصحیح میں تیس (۳۰) مقامات پر امام ذہلی سے احادیث روایت کی ہیں مثلاً کتاب الصوم، کتاب الطب، کتاب الجنائز، کتاب العتق اور دیگر مقامات پر۔ امام بخاری نے تیس مقامات میں سے ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا نام نہیں لکھا۔ کسی جگہ امام بخاری نے اِن سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ۔ کسی جگہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ (یعنی باپ 'یحییٰ' کی بجائے دادا کی طرف نسبت کر دی۔) کسی جگہ لکھتے ہیں: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ (یعنی پڑدادا کی طرف منسوب کر دیا)۔[1] گویا کسی جگہ صرف نام کا پہلا حصہ لکھا، کسی جگہ دادا کی طرف منسوب کر دیا، باپ کا نام درمیان سے حذف کر دیا۔ ایک مقام پر پڑدادا کی طرف منسوب کر دیا، باپ اور دادا دونوں کا نام درمیان سے نکال دیا ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ سے تیس مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی بوجوہ اُن کا پورا نام یوں نہیں لکھا کہ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَحْیَی الذُّهَلِيُّ۔

پورا نام نہ لکھنے کی وجہ ...... عقیدۂ خلقِ قرآن کا الزام

امام محمد بن یحییٰ الذہلی اور امام بخاری کے درمیان بڑی محبت تھی، امام بخاری نے اِن سے بہت استفادہ کیا تھا۔ امام بخاری کی تصانیف بھی خود امام ذہلی کے پاس تھیں۔ امام بخاری جس وقت نیشاپور پہنچے تو عوام الناس اور خود امام ذہلی نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ امام مسلم اس روایت کو بیان کرتے ہیں:

لما قدم محمد بن إسماعيل البخاري نيسابور، ما رأيت والياً ولا عالماً فعل به أهل نيسابور ما فعلوا بمحمد بن إسماعيل، استقبلوه من مرحلتين وثلاث مراحل، وقال محمد بن يحيى

(۱) ۱۔ابن خلکان، وفیات الأعیان وأنباء الزمان، ۵: ۱۹۵
۲۔عسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، ۱۳: ۱۳۴

الذهلي في مجلسه: من أراد أن يستقبل محمد بن إسماعيل غدا فليستقبله فإني استقبله، فاستقبله محمد بن يحيى وعامة علماء أهل نيسابور، فدخل البلد فنزل دار البخاريين.(۱)

''جب امام محمد بن اسماعیل بخاری نیشاپور آئے تو جتنا اہالیانِ نیشاپور نے اُن کا پرجوش استقبال کیا اور کسی حکمران یا عالم کا نہ کیا، انہوں نے آپ کا دو، تین مرحلوں میں استقبال کیا۔ امام محمد بن یحییٰ الذھلی نے اپنے حلقۂ درس میں اعلان کر دیا تھا: جو کوئی بھی کل محمد بن اسماعیل کے استقبال کا ارادہ رکھتا ہے وہ ضرور اُن کا استقبال کرے کیونکہ میں بھی ان کا استقبال کروں گا، پس محمد بن یحییٰ اور علمائے نیشاپور کے جمِ غفیر نے آپ کا استقبال کیا، آپ نے شہر میں تشریف لاکر دار البخاریین میں اقامت اختیار کی۔''

امام ذہلی نے امام بخاری سے اپنی اسی عقیدت کا اظہار اُن کے نیشاپور پہنچنے پر بھی کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں سے کہا:

اذهبوا إلى هذا الرجل الصالح فاسمعوا منه.(۲)

''تم اس صالح شخص کے پاس جا کر احادیث کا سماع کیا کرو۔''

پس لوگوں نے امام بخاری کے پاس حاضر ہو کر اُن سے سماع کیا۔ اس قدر قربت اور باہمی احترام و محبت کے باوجود اُن کے درمیان شدید اختلاف ہوا۔ یہاں وہی معاملہ درپیش ہوا جو امامِ اعظم کے ساتھ تھا کہ امامِ اعظم پر بعض لوگوں نے تہمت لگا دی اور پراپیگنڈہ کیا کہ یہ مُرجِئہ ہیں، اور امام بخاری پر کسی نے تہمت لگا دی کہ یہ خلقِ قرآن کے

(۱) ۱۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ۵۲: ۹۲
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۸

(۲) ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۳ (ترجمۂ امام بخاری)

قائل ہیں۔ امام ذہلی کو خبر ملی کہ امام بخاری خلقِ قرآن کے قائل ہیں تو انہوں نے امام بخاری کی سخت مخالفت کی۔ پہلے امام ذہلی، امام بخاری کے بے حد قریب تھے لیکن بعد ازاں ان سے سخت متنفر ہو گئے، اور امام بخاری کے خلاف اس پراپیگنڈہ سے اتنے شدید متاثر ہوئے کہ اپنی مجلسِ حدیث میں حاضر ہونے والوں کو امام بخاری کے درس میں جانے اور ان کے قریب ہونے سے بھی منع کر دیا۔ امام محمد بن یحییٰ الذہلی نے اعلان کر دیا:

ألا من يختلف إلى مجلسه لا يختلف إلينا، فإنهم كتبوا إلينا من بغداد أنه تكلم في اللفظ ونهيناه فلم ينته، فلا تقربوه ومن يقربه فلا يقربنا. (۱)

’’خبردار! جو کوئی بھی ان (یعنی امام بخاری) کی مجلس میں جاتا ہے وہ ہمارے پاس نہ آیا کرے، کیونکہ علماء نے بغداد سے ہمیں لکھا ہے کہ اس نے لفظِ قرآن پر کلام کیا ہے جس سے ہم نے اسے روکا ہے لیکن یہ باز نہیں آیا۔ پس تم اس کے قریب مت بیٹھا کرو اور جو شخص اس کے قریب جائے گا وہ ہمارے قریب نہ آئے۔‘‘

امام ذہلی نے اس حد تک امام بخاری کی مخالفت کی کہ نیشاپور میں اعلان کر دیا:

لا يساكنني هذا الرجل في البلد.

’’اس شخص کے ساتھ میری اس شہر میں سکونت نہیں ہوسکتی۔‘‘

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ **فخشي البخاري وسافر** (امام بخاری خوف زدہ ہو کر وہاں سے کوچ کر گئے)۔ (۲)

(۱) ا۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۲: ۳۱

۲۔ ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ۵۲: ۹۵

۳۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۵۵

(۲) ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۰

امام بخاری اور امام محمد بن یحیٰی الذھلی کے درمیان اختلاف کی اس نوعیت کو امام ذہبی نے تفصیلاً درج کیا ہے۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو: امام ذہبی کی ’**سیر أعلام النبلاء** (۱۲:۴۵۳۔۴۶۰، ترجمہ امام بخاری)‘۔

جب امام ذہلی امام بخاری کے شدید مخالف ہوگئے اور ان کی مخالفت اہلِ علم و رواۃِ حدیث میں پھیل گئی تو چونکہ وہ حدیث میں ثقہ تھے، امام بخاری براہِ راست اُن سے پڑھے تھے، اُن سے احادیث روایت کی تھیں اور اپنی کتاب میں درج بھی کر چکے تھے تو ہر جگہ سے اُن کا نام مٹا دیا مگر احادیث برقرار رکھیں۔ امام بخاری روایتِ حدیث اور عللِ حدیث میں ماہر تھے اس لئے احادیث کے بارے میں ان کو تحقیق تھی کہ جو احادیث وہ اُن سے لے چکے ہیں صحیح ہیں۔ مگر اپنے شیخ کا نام کاملاً کسی جگہ بیان نہیں کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ انہوں نے امام محمد بن یحیٰی الذھلی سے روایت کیا ہے۔ اگر ان کا نام آ گیا تو لوگ کہیں گے کہ ایک طرف آپ ان سے حدیث روایت کر رہے ہیں اور دوسری طرف انہوں نے آپ کے خلاف اتنا سخت فتویٰ جاری کیا ہے۔ گویا اُن کا فتویٰ اِن کی اپنی کتاب میں اُن کا نام لکھنے کی وجہ سے ان کے خلاف لوگ شہادت کے طور پر بطور دلیل پیش کریں گے لہٰذا امام بخاری نے تیس کے تیس مقامات سے ان کا نام حذف کر دیا۔ امام ذھلی باوجود یہ کہ امام بخاری کے شیخ ہیں اور امام بخاری نے اُن سے تیس احادیث روایت کی ہیں مگر نام نہیں لیا تو پتہ چلا کہ کسی سے عدمِ روایت، کسی کا نام نہ لینا یا کسی کی حدیث کو دوسرے طریق پر روایت کر لینے کا معمول ائمہِ حدیث میں موجود تھا۔ مختلف اسباب ہوا کرتے تھے اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کو ضعیف فی الحدیث سمجھتے تھے۔

(۴) امام مسلمؒ نے ’الصحیح‘ میں امام بخاریؒ سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی

اس سلسلے کی چوتھی اور سب سے دل چسپ مثال یہ ہے کہ امام مسلم خود امام

بخاری کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام بخاری سے حدیث روایت کی ہے۔

۱۔ امام سیوطی نے امام بخاری کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه مسلم. (۱)

’’امام مسلم نے ان سے روایت کیا ہے۔‘‘

لیکن امام مسلم نے اپنی ’الصحیح‘ میں امام بخاری سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی جتنی احادیث بھی اُن سے نقل کی ہیں وہ ’الصحیح‘ کے علاوہ دیگر کتب میں ہیں۔

۲۔ اسی بات کو امام عسقلانی نے امام بخاری کے ترجمہ میں یوں بیان کیا ہے:

روی عنه مسلم فی غیر الجامع. (۲)

’’امام مسلم نے ان سے ’جامع‘ کے علاوہ روایت کیا ہے۔‘‘

۳۔ امام قسطلانی نے اس کو درج ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

روی عنه مسلم فی غیر الصحیح. (۳)

’’امام مسلم نے ان سے ’الصحیح‘ کے علاوہ کتب میں روایت کیا ہے۔‘‘

۴۔ اسی طرح ’رجال مسلم‘ میں بھی امام احمد بن علی اصبہانی نے امام بخاری کا صحیح مسلم کے رواۃ میں ذکر نہیں کیا۔

امام بخاری اور امام مسلم کے درمیان اتنا تعلق پختہ تھا کہ جب امام مسلم، امام بخاری کے سامنے پیش ہوئے تو انہوں نے برکت حاصل کرنے کے لئے امام بخاری کی

(۱) سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۲۵۲
(۲) عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۹: ۴۱
(۳) قسطلانی، ارشاد الساری إلی شرح صحیح البخاری، ۱: ۳۳

پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر عرض کیا:

دعني حتى أقبّل رجليک، يا أستاذ الأستاذين و سيد المحدّثين وطبيب الحديث في علله۔(۱)

’’اے استاذوں کے استاذ، سید المحدّثین اور عللِ حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔‘‘

امام مسلم کا امام بخاری سے اتنا قریبی تعلق تھا اس کو حافظِ حدیث ابوعبد اللہ محمد بن یعقوب اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا:

رأيت مسلم بن الحجاج بين يدي محمد بن إسماعيل البخاري، وهو يسأله سؤال الصبي المتعلم.(۲)

’’میں نے مسلم بن الحجاج کو محمد بن اسماعیل البخاری کے سامنے دیکھا کہ وہ اُن سے یوں سوال کرتے جیسے کوئی طالبعلم بچہ استاذ سے سوال کرتا ہے۔‘‘

یہ قربتِ تعلق اور شدتِ ادب تھا اور دوسری طرف عالم یہ ہے کہ امام بخاری کے شاگرد ہونے کے باوجود امام مسلم نے پوری ’صحیح مسلم‘ میں اپنے استاد امام بخاری سے ایک روایت بھی درج نہیں کی۔ کیوں؟ اس کا سبب یہ تھا کہ امام محمد بن یحیٰی الذھلی، امام بخاری اور امام مسلم دونوں کے شیخ تھے۔ امام مسلم نے جب دیکھا کہ امام ذہلی اور امام بخاری (استاد و شاگرد) کے درمیان خلقِ قرآن پر بہت سخت علمی اور اعتقادی نزاع ہو گیا

(۱) ۱۔ ابن النقطة، التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد، ۱: ۳۳
۲۔ ابن کثير، البداية والنهاية، ۱۱: ۳۴

(۲) ۱۔ خطيب بغدادی، تاريخ بغداد، ۲: ۲۹
۲۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۵۲: ۸۹
۳۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۴۵

ہے اور انہوں نے امام بخاری کے خلاف سخت فتویٰ دے دیا ہے، تو چونکہ امام مسلم امام بخاری اور امام ذہلی دونوں کے شاگرد تھے لہٰذا انہوں نے دو کام کئے: نہ کوئی حدیث امام بخاری سے روایت کی اور نہ ہی کوئی حدیث امام ذہلی سے روایت کی۔ دونوں شیوخ کو اپنے رُواۃ سے یہ سوچتے ہوئے نکال دیا تاکہ میں کسی ایک کے ساتھ فریق نہ بنوں۔ چونکہ دونوں شیخ تھے، دونوں جگہ ادب کا تقاضا تھا، دونوں سے سماع اور اخذِ حدیث کیا تھا لہٰذا انہوں نے پھر دونوں سے اپنی صحیح میں ترکِ روایت کر دیا تاکہ نہ ایک کی طرف جھکاؤ نظر آئے کہ دوسرے کو شکویٰ ہو اور نہ اِدھر جھکاؤ ملے کہ اُدھر شکویٰ ہو۔ یہی وہ بنیادی سبب تھا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام بخاری سے بھی ایک حدیث روایت نہیں کی اور امام محمد بن یحییٰ الذھلی سے بھی روایت نہیں کی۔ بلکہ امام ذہلی سے جو کچھ بھی انہوں نے سنا تھا، یا احادیث اخذ کی تھیں وہ ساری امام ذہلی کو واپس بھیج دیں۔ ساری کتابیں اٹھا کر امام ذہلی کو بھیج دیں اور جو کچھ امام بخاری سے سنا تھا اس میں سے ایک حدیث بھی اپنی 'الصحیح' میں نقل نہیں کی۔ (۱)

کیا اس عمل سے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری سے کوئی حدیث روایت نہیں کی لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ امام مسلم کے نزدیک امام بخاری ضعیف فی الحدیث تھے؟ جواب ہے: ہرگز نہیں۔ اگر یہ نتیجہ نکلتا ہے تو پھر امامِ اعظم سے امام بخاری کے عدمِ روایت پر بھی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے اور اگر امام مسلم کا امام بخاری سے عدمِ روایت کے باوجود اس کا نتیجہ ضعف فی الحدیث نہیں نکلتا اور یہ کہنا نہایت مضحکہ خیز بات لگتی ہے۔ تو پھر امامِ اعظم سے امام بخاری کا عدمِ روایت اور اس سے بھی یہ نتیجہ نکالنا مضحکہ خیز ہوگا۔ اسی طرح امام مسلم نے امام ذھلی سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی تو کیا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کو ضعیف فی الحدیث مانا حالانکہ وہ ثقہ امام تھے۔ وہ امام بخاری اور امام مسلم دونوں

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۱۰۳
۲۔ ذھبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۴۶۰
۳۔ ابن کثیر، البدایة والنھایة، ۱۱: ۳۴

کے شیخ تھے مگر امام مسلم نے اپنی صحیح میں اُن سے صرف اس لئے روایت نہیں کیا کہ اُن کے آپس کے اختلاف اور نزاع کی وجہ سے یہ دل برداشتہ تھے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ کسی محدّث کے دوسرے محدّث سے روایت نہ کرنے کے علمی، فکری، اعتقادی، نزاعی، ماحولیاتی نوعیت کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔

امام مسلم کا اپنے شیوخ سے استناد اور اس کا موازنہ

مندرجہ بالا بحث کو مزید واضح کرنے کے لئے ہم امام مسلم کے طرقِ مشائخ کا ایک مختصر سا مطالعہ کریں گے۔ جس میں یہ بتانا مقصود ہے کہ امام مسلم نے اپنے کئی شیوخ سے کم یا زیادہ احادیث روایت کی ہیں لیکن امام بخاری سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ ذیل میں چند ائمہ سے مروی احادیث کی تعداد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ صاحبِ 'السنن' امام دارمی امام مسلم کے شیخ ہیں۔ امام مسلم نے امام دارمی کی سند کے ساتھ 'الصحیح' میں ۷۳ احادیث روایت کی ہیں حتی کہ امام مسلم نے امام دارمی کی سند سے اپنے 'مقدمۂ صحیح' میں بھی تین احادیث روایت کی ہیں۔

۲۔ امام مسلم نے اپنے شیخ امام ابو زکریا یحییٰ بن یحییٰ بن بکر بن عبدالرحمٰن تمیمی المِنقَری النیسابوری سے بھی بہت سی روایات اپنی 'الصحیح' میں لی ہیں۔ 'صحیح مسلم' کی کتاب الإیمان، الوضوء، الصلاۃ، الرؤیا، الجنائز، الصوم، الهبة، الحج، النکاح، البیوع، الجهاد، الصید، الأشربة، اللباس، الأدب، إماطة الأذی، العلم اور اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب اور ابواب میں امام مسلم نے ان سے کثیر روایات لی ہیں۔(۱)

۳۔ امام مسلم نے اپنے شیخ امام ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مسلمہ بن قَعنَب الحارثی القَعنَبی سے اپنی 'الصحیح' میں ستر (۷۰) احادیث روایت کی ہیں۔ یہ احادیث 'صحیح

(۱) ابن منجویه، رجال مسلم، ۲: ۳۵۳، ۳۵۴

مسلمؒ کی كتاب الوضوء، كتاب الصلاة، كتاب الحج، كتاب الصوم، كتاب الزكاة، كتاب النكاح، كتاب الجهاد، كتاب الأطعمة، كتاب القدرة اور دیگر کتب میں درج ہیں۔

امام قعنبی کا علم الحدیث میں بہت بلند درجہ تھا۔ امام ذہبی نے 'صحیح مسلم' میں مروی ان کی ایک حدیث کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے:

هو من أعلى شيء في صحيحه. (۱)

''یہ 'صحیح مسلم' کی اعلیٰ ترین مرویات میں سے ہے۔''

ایک طرف یہ حال ہے اور دوسری طرف امام مسلم کا دیگر اجل محدّثین سے حدیث روایت کرنے کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔ امام مسلم کے ایک شیخ ہیں امام ابو زُرعہ الرازی۔ یہ امام بخاری اور امام ترمذی کے بھی شیخ ہیں لیکن ان کا امام مسلم کے ساتھ خصوصی تعلق تھا۔ خطیب بغدادی، امام ابنِ عساکر، ابنِ نقطہ، ابن الصلاح اور امام نووی و دیگر ائمہ نے امام احمد بن سلمہ سے روایت درج کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

رأيت أبا زرعة وأبا حاتم يقدّمان مسلم بن الحجاج في معرفة الصحيح على مشايخ عصرهما. (۲)

''میں نے امام ابو زُرعہ اور امام ابو حاتم کو دیکھا کہ وہ امام مسلم بن الحجاج کو اپنے زمانہ کے مشائخ کی صحت وثقاہت سے آگاہ کرتے۔''

(۱) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۱۰: ۲۶۴

(۲) ۱۔ خطیب بغدادی، تاريخ بغداد، ۱۳: ۱۰۱

۲۔ ابن عساکر، تاريخ مدينة دمشق، ۵۸: ۹۰

۳۔ ابن نقطہ، التقييد، ۱: ۴۴۷

۴۔ ابن الصلاح، صيانة صحيح مسلم، ۱: ۶۱

۵۔ نووی، تهذيب الأسماء واللغات، ۲: ۳۹۷

حتی کہ امام نووی، امام ابن الصلاح اور دیگر ائمہِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ حافظِ حدیث امام مکی بن عبدان نیشاپوری نے امام مسلم کو خود فرماتے ہوئے سنا:

عرضت كتابي هذا (الجامع الصحيح) على أبي زرعة الرازي، فكل ما أشار أن له علّة تركته وكل ما قال إنّه صحيح وليس له علّة خرّجته. (۱)

''میں نے اپنی یہ کتاب - 'الجامع الصحیح' - ابوزرعہ الرازی کی خدمت میں پیش کی۔ پس جس جس روایت پر انہوں نے اشارہ کیا کہ اس میں علت ہے تو میں نے اسے ترک کر دیا، اور جس جس روایت پر انہوں نے کہا کہ یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں تو میں نے اس کو اپنی صحیح میں بیان کر دیا۔''

امام ابن الصلاح نے معروف 'مقدمہ حدیث' میں ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

إسناده جيد حدّث به مسلم بحضرة أبي زرعة. (۲)

''اس کی سند جید ہے امام مسلم نے امام ابو زُرعہ کی خدمت میں رہ کر اس حدیث کو بیان کیا ہے۔''

ابن الصلاح نے امام مسلم کے ہاں امام ابو زرعہ کے بلند مرتبہ علمی کی تائید بھی کی ہے یعنی امام مسلم نے اُن سے کثیر استفادہ کیا مگر ان سے روایت صرف ایک حدیث

(۱) ۱۔ نووی، شرح النووی علي صحیح مسلم، ۱: ۱۵، ۲۶
۲۔ ابن الصلاح، صیانة صحیح مسلم، ۱: ۶۷، ۱۰۰
۳۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۲: ۵۶۸
۴۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۳۴۷
(۲) ابن الصلاح، علوم الحدیث (المعروف مقدمه ابن الصلاح): ۲۹۹

ہی کی۔ یہ روایت امام مسلم نے کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار کے باب أکثر أھل الجنۃ الفقراء میں بیان کی ہے حالانکہ امام مسلم نے اِن سے علم الحدیث کے باب میں کثیر استفادہ کیا تھا۔ گویا امام مسلم نے اپنی پوری کتاب کی ثقاہت کی سند امام ابوزرعہ الرازی سے لی۔ جس شیخ پر کتاب پیش کر کے ایک ایک روایت کی توثیق کی سند لی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ امام مسلم کو امام ابوزرعہ پر کتنا اعتماد تھا لیکن پوری 'الجامع الصحیح' میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ اس کے برعکس چند ائمہِ حدیث کے احوال درج کئے جا چکے ہیں جن سے امام مسلم نے ۷۰، ۸۰ اور کثیر احادیث روایت کی ہیں۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا جائے کہ امام ابو زرعہ، امام مسلم کے ہاں ضعیف فی الحدیث تھے؟ یا قلیل الروایت تھے؟ یا اُن کا اعتماد نہیں تھا؟ کتنی مضحکہ خیز بات لگ رہی ہے۔ پوری 'الصحیح' کی حجیت، صحت اور ثقاہت کا سرٹیفکیٹ اور اس کی ایک ایک سند پر اُن سے توثیق کروا رہے ہیں مگر خود اُن سے پوری کتاب میں ایک روایت لی ہے۔

اسی طرح امام مسلم نے اپنے دیگر شیوخ سے کثیر احادیث روایت کی ہیں مگر اپنے اجل اور اکابر شیوخ سے اتنی اقل روایتیں لی ہیں یہاں تک کہ امام بخاری جیسے امیر المؤمنین فی الحدیث کے منصب پر فائز محدّثِ اعظم سے ایک حدیث بھی روایت نہیں کی۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کسی محدّث کا دوسرے محدّث سے روایت کرنے یا نہ کرنے کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں۔ عدمِ روایت کا سبب صرف ضعف نہیں ہوتا۔

(۵) امام مسلمؒ کی سند سے 'جامع ترمذی' میں صرف ایک روایت

امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد تینوں امام ترمذی کے شیخ ہیں۔ امام ترمذی نے علل الحدیث کے باب میں ۱۱۴ مقامات پر امام بخاری سے استفادہ کیا ہے مگر اپنی پوری کتاب میں اُن سے چند احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح امام ترمذی نے امام ابوداؤد سے بھی صرف تین احادیث روایت کی ہیں جبکہ بطور شاگرد ان حضرات سے کثیر استفادہ کیا ہے۔ امام مسلم سے روایت کرنے کا یہ حال ہے کہ امام ترمذی نے اپنی پوری 'السنن' میں

امام مسلم سے صرف درج ذیل ایک حدیث روایت کی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه: قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم: أَحْصُوا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ.(۱)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا خیال رکھو۔''

امام ترمذی، امام مسلم کے ساتھ سفروں میں بھی اکٹھے رہے ہیں۔ امام ابوعبد اللہ الحاتم نے اس کی توثیق کی ہے کہ امام ترمذی نے امام مسلم کے ساتھ سفروں میں بھی مصاحبت کی ہے۔ وہ اس دوران ان سے سماع کرتے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ ان کے اور امام مسلم کے درمیان قوی علاقہ اور محبت کا تعلق تھا حتی کہ امام ترمذی اس بات کو بیان کرتے ہوئے اپنے اہلِ زمانہ اور ہم عصروں پر فخر و مباہات فرماتے تھے کہ میں نے امام مسلم کے ساتھ سفر میں اُن کی سنگت اختیار کی ہے۔(۲) یعنی امام ترمذی، امام مسلم کے صرف شاگرد ہی نہیں بلکہ اتنا قرب اور تعلق تھا لیکن ہزارہا احادیث میں ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

'جامع ترمذی' میں بعض ثقہ رُواۃ سے مروی اَحادیث کی تعداد

امام ترمذی نے اپنے دیگر شیوخ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں حتی کہ وہ شیوخ جن کا ذکر ضعفاء کے درجہ میں آتا ہے اُن سے بھی کتنی احادیث روایت کی ہیں اور ادھر امام مسلم سے صرف ایک اور امام ابوداؤد سے تین روایتیں لی ہیں۔ امام ترمذی کی دوسرے شیوخ سے مروی احادیث کی تعداد حسبِ ذیل ہے:

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب ما جاء في إحصاء هلال شعبان لرمضان، ۳: ۷۱، رقم: ۶۸۷

(۲) ابن عبد الهادی، مختصر طبقات علماء الحدیث، ۲: ۳۹۰

امام ترمذی نے قتیبہ بن سعید سے ٦١٩، محمد بن بشار بُندار سے ۴۹۵، محمود بن غیلان المروزی سے ۳۴۲ اور ہناد بن السری التمیمی الدارمی سے ۲۸٦ احادیث روایت کی ہیں۔ اسی طرح محمد بن یحیٰی العدنی سے ۱۸۱، محمد بن علاء الہمدانی سے ۱۹۳، علی بن حجر السعدی سے ۱۷۳، عبدالحمید بن حمید الکشی الانصاری سے ۱۵۸ اور احمد بن منیع البغوی سے ۲۵۷ احادیث روایت کی ہیں۔ اِن نو شیوخ سے امام ترمذی نے تقریباً ۲۷۰۴ احادیث روایت کی ہیں یعنی 'سنن ترمذی' کا نصف سے زائد حجم صرف اِن نو شیوخ کی روایات سے بھرا پڑا ہے۔

سنن ترمذی میں بعض ضعیف رُواۃ سے مروی احادیث کی تعداد

اب ذیل میں ہم امام ترمذی کے اُن شیوخ کا ذکر کرتے ہیں جن کو ائمہ جرح و تعدیل نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اُن سے امام ترمذی نے جو احادیث 'السنن' میں روایت کی ہیں وہ تعداد بھی امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد سے مروی احادیث سے بڑھ کر ہے۔ کیا کسی محدّث سے روایت کر لینے سے اُس کی ثقاہت بڑھ جاتی ہے اور کسی سے روایت نہ کرنے سے ثقاہت کم ہو جاتی ہے؟ اگر اس کو اصول بنا لیا جائے تو سنن ترمذی کے اس موازنہ میں معترض کیا کہے گا؟

امام ترمذی نے محمد بن حیان الرازی سے ۲۷ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابو زرعہ الرازی اور ابن خراش کا قول ہے: یکذب (یہ جھوٹ بولتا ہے)۔

امام ترمذی نے محمد بن یزید العَجلی سے ۱۵ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمہ جرح و تعدیل کا قول ہے: لیس بالقوی (یہ روایت میں قوی نہیں ہے)۔

امام ترمذی نے سفیان بن وکیع بن الجراح سے ٦۵ احادیث روایت کی ہیں۔ ان کے بارے ائمہ جرح و تعدیل کا قول ہے: متروک الحدیث (ان سے مروی حدیث کو ترک کیا جائے گا۔)

اسی طرح انہوں نے عمر بن اسماعیل الہمدانی سے ۵ احادیث روایت کی ہیں۔ یہ بھی متروک الحدیث ہے۔

الغرض امام ترمذی کے وہ شیوخ جو ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک سب سے اونچے درجے کے ہیں، وہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام دارمی اور امام ابوزُرعہ ہیں، ان پانچوں چوٹی کے ائمہ کی کل مرویات کو جمع کر لیں تو ان کی کل تعداد سے اُن شیوخ کی مرویات کی تعداد زیادہ بنتی ہیں جو صرف ضعفا ہیں۔ امام ترمذی نے جو ان سے احادیث لی ہیں صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے دیگر ذرائع سے ان کی ثقاہت پر اعتماد کر کے لی ہوں گی۔ حتی کہ امام ترمذی نے اپنے تین شیوخ جو متروکین ہیں یعنی سفیان بن وکیع بن الجراح، عمر بن اسماعیل الہمدانی اور علاء بن مسلمہ الرواس سے کل ۱۷۱ احادیث اپنی 'السنن' میں روایت کی ہیں اور یہ تعداد امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ابوزرعہ جیسے اجل اور اوثق ائمہ کی کل روایات کے برابر بھی نہیں بنتی۔

اگر یہ معیار بنا لیا جائے کہ فلاں محدّث نے فلاں سے روایت نہیں کیا جیسا کہ امام بخاری نے امامِ اعظم سے روایت نہیں کیا لہٰذا وہ حدیث میں ثقہ نہیں تھے یا اُن کے نزدیک ضعیف فی الحدیث تھے تو یہ سارا اعتراض علم الحدیث، علم الرجال، اسماء الرواۃ سے مکمل ناواقفیت اور جہالت کے باعث ہے۔ اگر کوئی شخص ائمہِ حدیث و رواۃِ حدیث کی بحث اور اُن کی کتابوں میں مختلف مرویات کو پڑھے اور ان کا موازنہ کرے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ عدمِ اخذِ حدیث کے ہزاروں اسباب ہو سکتے ہیں صرف ضعف فی الحدیث واحد سبب نہیں ہے کہ اس کا الزام لگا دیا جائے۔

(۶) امام بخاریؒ کی سند سے 'سنن نسائی' میں صرف ایک روایت

ائمہِ صحاح ستّہ میں سے امام نسائی بھی امام بخاری کے شاگرد ہیں لیکن امام قسطلانی کے بقول انہوں نے بھی اپنی 'السنن' میں امام بخاری سے روایت نہیں کیا۔ امام

قسطلانی فرماتے ہیں:

والأصحّ أنه لم يرو عنه شيئًا.(۱)

’’صحیح ترین یہی ہے کہ امام نسائی نے ان سے روایت نہیں کیا۔‘‘

ہماری تحقیق کے مطابق امام نسائی نے اپنی ’السنن‘ میں امام بخاری سے صرف ایک حدیث کتاب الصوم کے باب الفضل والجود فی شهر رمضان (۴: ۱۲۵، رقم: ۲۰۹۶) میں روایت کی ہے۔

(۷) امام احمدؒ نے سلسلۃ الذہب کے طریق سے صرف ایک روایت لی

امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے شاگرد ہیں اور انہوں نے امام شافعی سے امام مالک کی موطأ کو براہِ راست سماع بھی کیا مگر اُن سے سلسلۃ الذہب کے طریق پر صرف ایک ہی روایت لی باقی کسی طریق سے کوئی روایت اپنی ’المسند‘ میں درج نہیں کی۔

۱۔ امام ابو یعلی خلیل بن عبد اللہ خلیلی (متوفی ۴۴۶ھ) اپنی کتاب ’الإرشاد‘ میں روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

سمعت الموطأ من بضعة عشر نفسًا من حفّاظ أصحاب مالك فأعدته على الشافعي لأني وجدته أقومهم به.(۲)

’’میں نے موطأ کا امام مالک کے دس سے زائد حفاظِ حدیث سے سماع کیا اور دو بار میں نے امام شافعی سے سماع کیا کیونکہ میں نے انہیں باقی محدّثین سے زیادہ پختہ دیکھا۔‘‘

(۱) قسطلانی، ارشاد السّاری لشرح صحیح البخاری، ۱: ۳۳

(۲) ۱۔ ابو يعلي خليلى، الإرشاد فی معرفة علماء الحديث، ۱: ۲۳۱، رقم: ۶۱
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۲۷ (ترجمة الإمام الشافعي)

۲۔ امام احمد بن حنبل سے ذرا مختلف الفاظ امام ذہبی، امام عسقلانی اور امام سیوطی نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں:

سمعت الموطأ من الشافعي لأني رأيته فيه ثبتاً وقد سمعته من جماعة قبله. (۱)

’’میں نے امام شافعی سے موطأ امام مالک کی سماعت کی کیونکہ میں نے انہیں اس میں پختہ دیکھا حالانکہ میں اسے ان سے قبل (محدّثین کی) ایک جماعت سے سن چکا تھا۔‘‘

۳۔ امام ابوسعید علائی اور دیگر نے امام احمد کی سب اسانید سے **أجل الأسانید** بھی امام شافعی کے طریق سے قرار دی ہے، جو درج ذیل ہے:

روایة الإمام أحمد بن حنبل عن الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنہ. (۲)

۴۔ امام سبکی نے اسی سند سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد کہا ہے کہ **مالک عن نافع عن ابن عمر** کے طریق کو ’’**سلسلة الذهب**‘‘ کہا گیا ہے۔ آگے لکھتے ہیں:

فقل إذا شئت في أحمد عن الشافعي عن مالک عن نافع عن ابن عمر والمزني عن الشافعي هكذا. (۳)

’’پھر اگر تُو چاہے تو امام احمد کا امام شافعی سے روایت کرنا، ان کا امام مالک

---

(۱) ۱۔ ذهبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۰: ۵۹ (ترجمة الإمام الشافعي)
۲۔ عسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۱: ۱۲۲
۳۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۱: ۸۰

(۲) عسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۱: ۱۲۴

(۳) سبکی، طبقات الشافعیة الکبری، ۲: ۶۳

سے، ان کا نافع سے اور ان کا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے، اسی طرح مزنی کا امام شافعی کے طریق سے روایت کرنے کو بھی سلسلۃ الذھب میں شمار کرسکتا ہے۔“

گویا امام مالک کا جو حضرت نافع اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کا سلسلۃ الذھب ہے یہی سلسلۃ الذھب امام احمد بن حنبلؒ کا امام شافعی کے طریق پر امام مالک کے ذریعے سے قائم ہوتا ہے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں جدید تحقیق کے مطابق **چھبیس ہزار تین سو تریسٹھ (۲۶,۳۶۳)** کے قریب احادیثِ مبارکہ جمع کی ہیں، ان میں سے اپنے شیخِ اکبر امام شافعی سے کل نو (۹) احادیث روایت کی ہیں اور اس سلسلۃ الذھب سے آپ نے اپنی مسند میں ان نو احادیث میں سے بھی صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔

امام احمد نے اس سلسلۃ الذھب کے اعلیٰ ترین طریق سے صرف ایک حدیث کو چھبیس ہزار حدیثوں میں سے ایک مقام (جلد: ۲، صفحہ: ۱۰۸) پر روایت کیا ہے باقی اور کسی جگہ بھی اس طریق سے روایت نہیں کیا۔

کیا اس سے کوئی نادان معاذ اللہ یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ آپ نے اس اعلیٰ ترین سند کو نہیں مانا، یہ خیال کرنا جہالت، علم حدیث اور ائمہ کی کتب سے عدمِ واقفیت کے باعث ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصتاً اس بحث کو یوں سمیٹا جا سکتا ہے چونکہ امام بخاری کی امامِ اعظم سے براہِ راست ملاقات نہیں ہوسکی لہٰذا مختلف ذرائع سے ان تک امامِ اعظم پر اِرجاء کا جھوٹا الزام یا تہمت کی شہرت زیادہ پہنچی تو انہوں نے آپ سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ یہ اسی طرح ہے جیسے خود امام بخاری کے شیخ امام محمد بن یحییٰ الذھلی تک امام بخاری کے خلقِ قرآن کے عقیدہ کا الزام شہرت کے طریق سے پہنچا تو انہوں نے ان کے خلاف فتویٰ دیدیا اور

ان کے درمیان شدید نزاع ہو گیا۔ جس طرح یہ الزام امام بخاری پر لگا اور جن تک یہ الزام یا تہمت پہنچی اور براہِ راست اس کی صفائی کا موقع ان کو اُن کے ذریعہ سے نہیں مل سکا تو انہوں نے بھی اُن سے حدیث روایت کرنا ترک کر دی یا اُن سے قطع ترک کر لیا یا ان کے خلاف اپنا قول دیا۔ امام اعظم سے امام بخاری کا زمانہ بعد کا ہے، ملاقات بھی نہیں ہوئی ان کے خلاف حاسدین اور مخالفین نے مرجئہ کی تہمت کثرت کے ساتھ لگائی اور اس کو پھیلایا اب بدقسمتی سے امام بخاری تک یہ ساری تہمت پہنچی مگر اس کا ردّ اتنی کثرت سے براہِ راست اُن تک نہیں پہنچ سکا لہٰذا انہوں نے امام اعظم سے روایتِ حدیث ترک کر دی۔ لیکن اس سے ہرگز بھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کرنا چاہیئے کہ امام بخاری کے نزدیک امامِ اعظم ضعیف تھے اس لئے اُن سے روایت نہ کیا۔ یہ نتیجہ درحقیقت علم الحدیث اورعلم الرجال سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے۔

۲۔ عدمِ روایت کا سبب ایمان کی تعریف سے متعلق علمی اِختلاف ہے

ہم نے اسی کتاب کے پہلے باب - امامِ اعظم رضی اللہ عنہ امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں - میں بیان کیا ہے کہ امام بخاری چھ واسطوں سے علمِ حدیث میں امامِ اعظم کے پوتے شاگرد ہیں اور چھ واسطوں سے ہی امامِ اعظم کے پڑپوتے شاگرد ہیں۔ جب امام بخاری امام اعظم کے اجل محدّث شاگردوں کی نسبت سے آپ کے شاگرد بنتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ الشیوخ سے روایت نہیں لی؟ اس سلسلے میں ہم پورے فکری تعمق اور تحقیقی گہرائی میں اترنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ امام بخاری کے نزدیک امامِ اعظم سے حدیث نہ لینے کا سبب ان کا غیر ثقہ، ضعیف یا قلیل الحدیث ہونا نہیں بلکہ ایک علمی اختلاف کی وجہ سے تھا جس پر دونوں ائمہ کا موقف اپنی اپنی جگہ پر بے لچک تھا۔

امامِ اعظم اور امام بخاری کے درمیان علمی اختلاف 'ایمان' کی تعریف پر تھا، امامِ

اعظم تصدیقِ قلبی اور زبانی اقرار کو فی نفسہٖ ایمان کا نام دیتے ہیں اور اس میں عمل کو شامل نہیں کرتے جبکہ امام بخاری ایمان کی تعریف میں قول و عمل دونوں کو شامل کرتے تھے۔ ذیل میں دونوں اکابر کے ان خیالات و عقائد کو مستند کتب کے حوالہ جات کی مدد سے فرداً فرداً پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) امام بخاریؒ کے مطابق ایمان قول و فعل کا نام ہے

امام بخاری ایمان کی تعریف میں ''قول اور عمل'' دونوں کو شامل کرتے ہیں۔

۱۔ امام بخاری نے بذاتِ خود اپنی 'الصحیح' میں کتاب الایمان کے پہلے باب کا آغاز کرتے ہوئے ایمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

وهو قول و فعل.(۱)

''ایمان قول اور فعل کا نام ہے۔''

۲۔ امام محمد بن نعیم سے روایت ہے کہ جس دور میں تعریفِ ایمان پر علماء کے درمیان بحث و تمحیص جاری تھی، میں نے امام بخاری سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

قول و عمل.(۲)

''ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔''

اِن اقوال کے مطابق امام بخاری ایمان کا اطلاق قول اور عمل دونوں پر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک فقط زبان سے ایمان کا اقرار کرنا ایمان نہیں بلکہ ایمان اسی وقت

---

(۱) بخاری، الصحیح، ۱: ۱۱

(۲) ۱۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۹۱
۲۔ أیضاً، تهذیب التهذیب، ۹: ۴۵

کہلائے گا جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو گا۔ جب کوئی دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والا شخص زبان پر ایمان کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ اعمالِ شریعت نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرھا پر بھی عمل کرے گا تب کہا جائے گا کہ یہ شخص مؤمن ہے۔

(۲) امامِ اعظمؒ کے مطابق ایمان تصدیقِ قلبی اور زبان سے اِقرار کا نام ہے

امامِ اعظم کے مطابق ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے جسے إقرار باللسان وتصدیق بالقلب کہا جاتا ہے۔ آپ فی نفسہٖ ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہیں کرتے، ہاں ایمان کی تکمیل کے لئے عمل کو ضرور واجب قرار دیتے ہیں۔

۱۔ امامِ اعظم نے اپنی کتاب 'الفقه الأکبر' میں لکھا ہے:

الإیمان هو الإقرار والتصدیق.(۱)

''ایمان صرف (زبان سے) اقرار اور (دل سے) تصدیق کا نام ہے۔''

۲۔ اسی طرح امامِ اعظم نے اپنے کتابچہ 'الوصية' میں ایمان کی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

الإیمان إقرار باللسان وتصدیق بالجنان.(۲)

''ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔''

امامِ اعظم کی ایمان کے بارے میں بیان کردہ تعریف سے معلوم ہوا کہ امام بخاری اور آپ کے درمیان بنیادی اختلاف کا سبب تعریفِ ایمان میں ''عمل'' کو داخل کرنے اور نہ کرنے پر تھا۔ امامِ اعظم عمل کو ایمان کے اَکمل اور اَتم ہونے میں مدد و معاون

(۱) ابو حنیفة، الفقه الأکبر مع الشرح لملّا علی قاری: ۱۴۱

(۲) ابو حنیفة، الوصية (مجموعة الکتب للشیخ زاهد الکوثری): ۶۳۵

سمجھتے ہیں اور اسے نفسِ ایمان کا جزو نہیں سمجھتے جبکہ امام بخاری عمل کو ایمان کا ہی حصہ قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام بخاریؒ کا قول: ’’میں نے اپنے عقیدہ کے خلاف کسی سے روایت قبول نہیں کی‘‘

ایمان کی تعریف پر یہی بنیادی علمی اور اعتقادی اختلاف تھا جس کی وجہ سے امام بخاری نے امامِ اعظم کے طریق سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس کی وضاحت خود امام بخاری کے اپنے اقوال سے ہوتی ہے:

۱۔ امام حسین بن محمد بن وضّاح اور مکی بن خلف بن عفان سے روایت ہے کہ ہم نے محمد بن اسماعیل بخاری کو کہتے ہوئے سنا:

كتبت عن ألف نفرٍ من العلماء وزيادة ولم أكتب إلا عمّن قال: الإيمان قول وعمل، ولم أكتب عمّن قال: الإيمان قول.(۱)

’’میں نے ایک ہزار سے زیادہ علماء سے احادیث لکھی ہیں اور میں نے صرف اس محدّث سے حدیث لکھی جس نے کہا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے، اور اس سے حدیث نہیں لکھی جس نے کہا کہ ایمان قول کا نام ہے۔‘‘

۲۔ امام محمد بن ابی حاتم سے روایت ہے کہ امام بخاری نے فرمایا:

كتبت عن ألف وثلاثين نفساً، ليس فيهم إلا صاحب حديث، وقال: لم أكتب إلا عمّن قال: أن الإيمان قول وعمل.(۲)

(۱) لالكائي، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۲: ۸

(۲) ۱۔ قسطلانی، ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، ۱: ۳۲

۲۔ عسقلانی، هدی الساری مقدمة فتح الباری: ۴۷۹

’’میں نے بذاتِ خود ایک ہزار تیس (۱۰۳۰) اشخاص سے حدیث کو نقل کیا ہے ان میں سے ہر ایک محدّث تھا، اور امام بخاری نے کہا: میں نے حدیث کو صرف اسی محدّث سے نقل کیا جس نے کہا کہ بے شک ایمان قول اور عمل کا نام ہے۔‘‘

۴۔ امام بخاریؒ نے امامِ اعظمؓ پر ضعیف الحدیث ہونے کا اِلزام نہیں لگایا

امام بخاری کے عقیدہ اور مسلک کے مطابق ایمان قول اور عمل دونوں کا نام ہے لہٰذا انہوں نے حدیث روایت کرنے میں بھی اپنے اسی عقیدہ کا التزام کیا اور صرف ان محدّثین سے احادیث روایت کیں جو قول اور عمل دونوں کو تعریفِ ایمان میں شامل کرتے۔ اسی علمی اختلاف کے باعث انہوں نے ایمان کی تعریف میں عمل کو شامل نہ کرنے والوں سے احادیث نہ لیں جن میں امام صاحب کا نام بھی آتا ہے۔ اس علمی اختلاف کو امام بخاری کا خود نقل کرنا ان کی ایمانداری، دیانت داری، تقویٰ، صداقت و امانت اور عدالت پر دلالت کرتا ہے نیز اپنے اس بیان سے انہوں نے امامِ اعظم کے مخالفین پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ وہ امامِ اعظم کو قطعاً غیر ثقہ اور ضعیف نہیں سمجھتے۔

۵۔ امامِ اعظمؓ پر مرجئہ کے الزام کی حقیقت

قرونِ اولیٰ میں ایمان کو ’اِقرار باللسان وتصدیق بالقلب‘ کہنے کا عقیدہ ایک باطل فرقہ مرجئہ کی ایک شاخ کا بھی تھا۔ لہٰذا جو شخص اپنا یہ عقیدہ رکھتا کہ ایمان اقرارِ لسانی اور تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور عمل اس کی تکمیل کے لئے لازمی ہے، اسے مرجئہ کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا اسی صورت حال کا سامنا امامِ اعظم کو کرنا پڑا جبکہ آپ کا اس باطل فرقہ سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ امام بخاری نے امامِ اعظم کے بارے میں ان کے ترجمہ میں لکھا:

كان مرجئاً سكتوا عنه وعن رأيه وعن حديثه.(۱)

''وہ مرجئہ تھے، محدّثین نے ان سے روایت کرنے میں، ان کی رائے لینے سے اور ان کی حدیث لینے میں سکوت اختیار کیا ہے۔''

امامِ اعظم پر مرجئہ کا الزام لگانے کی ابتداء خوارج، قدریہ اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں نے کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ امامِ اعظم نے دورِ اوّل میں پھوٹنے والے ان باطل فرقوں کی شدید مخالفت کی کیونکہ یہ تمام فرقے ایسے باطل عقائد و نظریات عوام الناس میں پھیلانے میں کوشاں تھے جن کا اسلام میں سرے سے ہی کوئی وجود نہ تھا۔

۱۔ عقیدۂ قدریہ کے حامل انسان کے فعل کو مکمل طور پر انسان کے ارادہ کے تحت سمجھتے تھے اور اس میں ارادۂ الٰہی کے دخل کو جائز نہ سمجھتے تھے اور وہ اپنے اس عقیدہ کا پرچار بھی کرتے جس کی وجہ سے امامِ اعظم نے ان کی شدید مخالفت کی۔

۲۔ معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب غیر مومن ہے لہٰذا وہ مرنے کے بعد ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ جو شخص بھی ان کے اس نظریہ کی مخالفت کرتا وہ اس پر مرجئہ کا اطلاق کرتے۔

۳۔ خوارج کا عقیدہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے اور اس کا خون و اموال دوسروں پر حلال ہیں ان کے نزدیک بھی ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

۴۔ چوتھا باطل فرقہ مرجئہ کا تھا جنہوں نے خوارج کے بالکل برعکس عقیدہ اپنایا۔ انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ ایمانِ کامل اقرارِ لسانی اور تصدیق قلبی کا نام ہے لہٰذا عمل کی اس میں ضرورت ہی نہیں، اور بعض نے ان میں سے یہاں تک کہا کہ ایمان صرف قلبی اعتقاد کا نام ہے اگرچہ اعلانیہ زبان سے کفر کا اقرار کرتا پھرے، بتوں کو پوجتا رہے یا دار الاسلام میں یہودیوں اور عیسائیوں سے ملا رہے اور صلیب و تثلیث کو پوجے، اس کے

(۱) بخاری، التاريخ الكبير، ۸: ۸۱

اعمال جیسے بھی ہوں وہ مرتے وقت کامل حالت ایمان میں ہی مرے گا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حالتِ ایمان میں سرزد ہونے والا گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا جیسا کہ کفر کی حالت میں اطاعتِ الٰہی کافروں کو کوئی نفع نہیں دیتی۔(۱)

امامِ اعظم ان سب باطل عقائد سے جدا تھے انہوں نے کبھی بھی ان عقائدِ باطلہ سے تعلق نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ ان کی سرکوبی کے لئے کام کرتے رہے۔ امام صاحب کے الفاظ میں ان کا عقیدہ ملاحظہ کریں، آپ نے فرمایا:

لا نقول: إن المؤمن لا تضرّه الذنوب، ولا نقول: إنه لا يدخل النار، ولا نقول: إنه يخلد فيها، وإن كان فاسقاً بعد أن يخرج من الدنيا مؤمناً، ولا نقول: إن حسناتنا مقبولة وسيئاتنا مغفورة كقول المرجئة.

ولكن نقول: مَن عمل حسنة بجميع شرائطها خالية عن العيوب المُفسِدة والمعاني المبطلة ولم يبطلها بالكفر والردّة حتى خرج من الدنيا مؤمناً فإن الله تعالى لا يضيعها، بل يقبلها منه ويُثيبه عليها. وما كان من السيئات دون الشرك والكفر ولم يتب عنها صاحبها حتى مات مؤمناً فإنه في مشيئة الله تعالى إن شاء عذّبه بالنار، وإن شاء عفا عنه ولم يعذّبه بالنار أصلًا.(۲)

’’ہم یہ نہیں کہتے کہ مؤمن کو اس کے گناہ نقصان نہیں پہنچائیں گے، نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا (جس طرح باطل فرقے مرجئہ اور ملاحدہ وغیرہما کہتے ہیں)، اور نہ ہی (معتزلہ اور خوارج کی طرح) یہ کہتے ہیں کہ وہ

(۱) ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، ۴: ۱۵۴، ۱۵۵

(۲) ابو حنیفة، الفقه الأکبر مع الشرح لملّا علی قاری: ۱۲۵-۱۲۷

دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اگرچہ وہ فاسق ہی ہو اور دنیا سے حالتِ ایمان میں رخصت ہوا ہو، اور نہ ہم مرجئہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیکیاں مقبول ہیں اور گناہ معاف ہیں۔

’’بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جس شخص نے نیکی کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ کیا جو عیوبِ مفسدہ (ظاہری گناہ مثلاً شراب خوری، بدکاری، جھوٹ) اور معانیٔ مبطلہ (باطنی گناہ مثلاً تکبر اور ریا کاری) سے محفوظ ہوئی تو اور اس شخص نے اسے کفر اور ارتداد سے ضائع نہ کیا یہاں تک کہ دنیا سے مؤمن چلا گیا تو اللہ تعالیٰ بھی اس نیکی کو ضائع نہیں کرے گا، بلکہ اس شخص سے اس نیکی کو قبول فرمائے گا اور اسے اس کا ثواب عنایت کرے گا۔ کفر و شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہوں گے جس پر اس کا عامل توبہ کیے بغیر ہی حالتِ ایمان میں مر گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہوگا چاہے وہ اسے (عدل کے باعث) جہنم میں عذاب دے اور چاہے (فضل وکرم اور شفاعت کے باعث) معاف فرما دے، اور وہ اسے اصلاً عذاب کا مستحق نہیں ٹھہرائے گا (بلکہ جنت میں داخل کر دے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا)۔‘‘

اتنے صریح الفاظ میں امامِ اعظم کا عقیدہ جان لینے کے بعد اب کسی صفائی کی ضرورت نہیں رہی۔ انہوں نے اپنے الفاظ میں وضاحت کے ساتھ اہلِ سنت وجماعت حنفی مذہب کا عقیدہ بیان کر دیا ہے کہ ہمارا عقیدہ باطل فرقوں خوارج، معتزلہ اور مرجئہ کے برعکس قرآن وسنت پر قائم ہے۔ ہم نہ کسی مؤمن کو گناہِ کبیرہ کے باعث ہمیشہ جہنم کا مستحق ٹھہراتے ہیں اور نہ کافر، اور نہ ہی ہم اسے گناہوں کے مضر اور دخولِ جہنم سے بے خوف کرتے ہیں۔ بلکہ گناہوں کی وجہ سے مؤمن کی گرفت بھی ہوسکتی ہے، وہ جہنم میں داخل بھی ہوسکتا ہے اور اس کی معافی بھی ہوسکتی ہے لیکن حالتِ ایمان میں مرنے والے گناہگار مؤمن کو کافر کا ٹائٹل اور ہمیشگی جہنم کا پروانہ نہیں تھمایا جا سکتا۔

ہماری نگاہ میں امامِ اعظم کو مرجئہ کہنے کی یہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے اِن سب باطل فرقوں کی اتنی شدّ و مد سے مخالفت کی جتنی اس دور میں اور کوئی امام نہ کر سکا، آپ نے اپنی خدا داد صلاحیتوں سے ان کے بخیے ادھیڑ کے رکھ دیئے جس کے نتیجہ میں ان باطل فرقوں نے اس کا بدلہ اس انداز میں لیا کہ امام صاحب پر اور آپ کے ہم خیال دوسرے ائمہ پر مرجئہ ہونے کا الزام لگا دیا۔

اسی لئے امامِ اعظم نے بصرہ کے ایک عالم عثمان البتی کو اپنی طرف منسوب مرجئہ کے نام کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا تھا:

فما ذنب قوم تكلموا بعدل، وسماهم أهل البدع بهذا الإسم؟ ولكنهم أهل العدل وأهل السنة، وإنما هذا اسم سماهم به أهل شنآن. (۱)

’’حق پر بولنے والی قوم کا یہی تو گناہ ہوتا ہے کہ اہلِ بدعت انہیں اس (مرجئہ کے) نام سے موسوم کر دیتے ہیں؟ حالانکہ وہ اہلِ انصاف اور اہلِ سنت ہوتے ہیں، اُنہیں اس نام سے صرف کم ظرف لوگ ہی منسوب کرتے ہیں۔‘‘

امام صاحب کے اسی قول کی تائید امام شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ’الملل والنحل (۱:۱۴۱)‘ میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

لعمري كان يقال لأبي حنيفة وأصحابه مرجئة السنّة، وعدّه كثير من أصحاب المقالات من جملة المرجئة، ولعلّ السبب فيه أنه لما كان يقول: الإيمان هو التصديق بالقلب وهو لا يزيد ولا ينقص، ظنّوا أنّه يؤخّر العمل عن الإيمان، والرجل مع تخريجه

---

(۱) أبوحنيفة، الرسالة إلي عثمان البتى: ۶۳۲ (مجموعة كتب شيخ الفقيه زاهد الكوثري)

في العمل كيف يفتي بترک العمل، وله سبب آخر وهو أنه كان يخالف القدرية والمعتزلة الذين ظهروا في الصدر الأول، والمعتزلة كانوا يلقّبون كلّ من خالفهم في القدر مرجئاً وكذلک الوعيديّة من الخوارج، فلا يبعد أن اللقب إنما لزمه من فريقي: المعتزلة والخوارج. والله أعلم.

”مجھے اپنی عمر (عطا کرنے والے) کی قسم! امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کو مرجئة السنة کہا جاتا تھا اور بہت سے کہنے والوں نے جمیع مرجئہ میں ان کو بھی شامل کیا ہے اور اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ایمان تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور یہ گھٹتا بڑھتا نہیں، ان پر الزام لگانے والوں نے گمان کیا کہ وہ عمل کو مؤخر کرتے ہیں، حالانکہ ایسا شخص جو شریعت پر عمل پیرا ہو کیسے ترکِ عمل کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہاں (ان کو مرجئہ کہنے کا) ایک دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے چونکہ وہ دورِ اوّل میں نمودار ہونے والے فتنوں قدریہ اور معتزلہ کی مخالفت کیا کرتے تھے اور معتزلہ تقدیر میں اپنے ہر مخالف شخص کو مرجئہ کا لقب دیتے تھے اور یہی رویہ خوارج کا تھا، پس اس صورت حال میں، یہ امر بعید نہیں کہ انہیں یہ (مرجئہ کا) لقب فریقین معتزلہ اور خوارج کی طرف سے بدنیتی اور حسد کی وجہ سے دیا گیا ہو۔ واللہ أعلم۔“

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ امام صاحب کا عقیدہ مرجئہ کے بالکل برعکس اور اس حقیقت کا غماز تھا کہ عمل فی نفسہ ایمان کی تعریف میں شامل نہیں لیکن اس کے بغیر ایمان ناقص اور ادھورا ہے۔ اس کے باوجود امتِ مسلمہ کی شومئ قسمت دیکھیے کہ امامِ اعظم کے خلاف پھیلائے ہوئے باطل قوتوں کے اس جال میں پھنس کر اکثر ائمہ نے اپنی کتابوں میں امامِ اعظم کو مرجئہ لکھ ڈالا۔

امامِ اعظم کے علاوہ کئی اکابر تابعین اور تبع تابعین کو بھی انہیں فتنوں کے سبب مرجئہ میں شمار کیا گیا ہے۔ جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب ۲۔ حضرت سعید بن جبیر

۳۔ عمرو بن مرہ ۴۔ محارب بن دِثار

۵۔ مقاتل بن سلیمان ۶۔ حماد بن ابی سلیمان

۷۔ قدید بن جعفر رضی اللہ عنہم وغیرہم

ان میں سے ہر امام کو صرف اس جرم کی پاداش میں مرجئہ کہا گیا کہ انہوں نے خوارج کے عکس اصحابِ کبار کو مومن قرار دیا اور معتزلہ کی طرف سے ان پر ہمیشہ جہنم میں رہنے کے دعویٰ باطل کی دلائل بیّن کے ساتھ تردید کی۔ جبکہ امامِ اعظم اور یہ سب ائمہ نہ صرف مرجئہ ہونے کے اس الزام سے بری تھے بلکہ وہ سب تقویٰ و طہارت اور اطاعت و اتباعِ شریعت کے بلندترین مقام پر فائز تھے۔

علامہ سید محمد مرتضی الزبیدی (متوفی ۱۲۰۵ھ) نے امامِ اعظم کا ارجاء کے الزام سے بری الذمہ ہونے پر یوں تبصرہ کیا ہے:

وأما نسبة الإرجاء إليه فغير صحيح فإن أصحاب الإمام كلهم على خلاف رأى أصحاب الإرجاء. فلو كان أبو حنيفة مرجئاً لكان أصحابه على رأيه وهم الآن موجودون على خلاف ذلک، وإذا أجمع الناس على أمر وخالفهم واحد أو اثنان لم يلتفت إلى قوله ولم يصدق في دعواه حتى إن الصلاة عند أبي حنيفة خلف المرجئة لا تجوز. ومن أجمع الأمة على أنه أحد الأئمة الأربعة المجمع عليهم لا يقدح فيه قول من لا يعرفه إلا بعض

المحدّثين.[۱]

’’امامِ اعظم کی طرف اِرجاء کی نسبت صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کے تمام اصحاب، اِرجاء کے اصحاب کی رائے کے خلاف ہیں۔ اگر امام ابوحنیفہ مرجئہ ہوتے تو ان کے شاگرد بھی ان ہی کی رائے پر ہوتے حالانکہ وہ ابھی تک اس کے خلاف موجود ہیں، جب سب لوگ کسی امر پر متفق ہوں اور کوئی ایک یا دو اشخاص ان کی مخالفت کریں تو اس کے قول کی طرف دھیان نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کے دعویٰ کی تصدیق کی جائے گی، (یہ مرجئہ کے ساتھ اختلاف ہی کی وجہ سے ہے کہ) امام ابو حنیفہ کے نزدیک مرجئہ کے پیچھے نماز تک بھی جائز نہیں ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ امام صاحب ان چار ائمہ میں سے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے لہٰذا آپ کے بارے میں اس شخص کا قول قادح نہیں ہوگا جس کو صرف بعض محدّثین جانتے ہوں۔‘‘

امامِ اعظم کو سب سے زیادہ طعن و تشنیع کا اس لئے بھی نشانہ بنایا گیا کیونکہ آپ معتزلی، خوارجی اور قدریوں سے مناظروں کے دوران اپنی خدا داد صلاحیتوں سے ناصرف انکے دلائل و عقائد کی دھجیاں بکھیر دیتے تھے بلکہ انہیں لاجواب بھی کر دیتے تھے۔ اس کا جواب انہوں نے یوں دیا کہ آپ پر مرجئہ کا الزام لگا دیا۔ امامِ اعظم پر ارجاء کا الزام انہوں نے اس قدر عام کر دیا کہ نشہ میں دھت راہ چلتا شخص بھی، جو عمل سے بالکل خالی ہوتا، آپ کو مرجئ کہہ کر مخاطب ہوتا۔

امام ہبۃ اللہ لالکائی (متوفی ۴۱۸ھ) اسی قسم کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

مرَّ أبو حنيفة بسكران، فقال له: يا أباحنيفة! يا مرجئيّ! فقال له أبو حنيفة: صدقت! الذنب مني، جئت سمّيتک مؤمنا مستكمل

(۱) مرتضى الزبيدى، عقود الجواهر المنيفة، ۱: ۱۵

الإيمان. (۱)

’’امام ابو حنیفہ نشہ کی حالت میں مدہوش ایک شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ سے کہا: اے ابو حنیفہ! اے مرجئ! امام ابو حنیفہ نے اس سے کہا: تو سچ کہتا ہے، گناہ میرا ہے کہ میں نے تجھے ’’مومن‘‘ ایمان کو درجۂ کمال تک پہنچانے والے کا نام دیا۔‘‘

اس روایت میں امامِ اعظم نے انتہائی خوبصورتی سے اپنے اوپر مرجئ ہونے کا الزام رد کرنے کے ساتھ ساتھ اس شخص کو ایمان کی حقیقت سے بھی آشنا کر دیا۔ اس شخص نے جب آپ کو باطل فرقوں کے پراپیگنڈہ میں آکر مرجئ کہہ کر پکارا تو آپ نے نہایت تحمل اور بردباری سے اس شخص کو ایک ہی نکتہ میں اشارۃً جتلا دیا کہ عقیدۂ مرجئہ کے حامل افراد شریعت پر عمل کے قطعاً مخالف ہونے کے باعث اسلامی فکر سے کنارہ کشی اختیار کر کے گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں۔ اسی طرح گروہِ خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کا خون مسلمان پر حلال قرار دیتے ہیں، ان دو انتہاء سوچوں کے باعث یا تو تمہیں اسی طرح نشہ جیسے حرام اور کبیرہ گناہ کی حالت میں مرجئہ کی طرح چھوڑ دیا جائے اور کوئی پوچھ گچھ نہ کی جائے کہ تمہارا ایمان اور آخرت سب کچھ برباد ہوجائے یا خوارج کی طرح کافر قرار دے کر قتل کر دیا جائے۔ اس شخص کا عقیدہ تو شاید مرجئہ کی طرح نہ ہو مگر اس کا عمل اُن کے نظریہ کی عکاسی ضرور کر رہا تھا اسی لئے امام صاحب نے اسے کہا کہ یہ میرا گناہ اور غلطی ہے کہ میں نے تم جیسے عمل سے بے بہرہ لوگوں کے لئے شریعت میں آسانی کی راہ نکالی اور تم کو مرجئ اور خارجی کہنے کی بجائے ’’مومن‘‘ ہی رہنے دیا تاکہ شاید زندگی کے کسی موڑ پر تمہاری حالت بدل جائے اور تم راہِ راست پر آجاؤ اور اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں تم بھی ایمانِ کامل کے درجہ کو پہنچ سکو۔

---

(۱) لالکائی، شرح أصول إعتقاد أهل السنة، ۲: ۴۶۹

عمل، ایمان کا حصہ نہیں

امامِ اعظم کا ایمان کو اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب قرار دینا درحقیقت آپ کے تدبر و تفکر اور فقہ و ذہانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عمل کو ایمان کا عین قرار دینے سے کسی بھی مومن پر پڑنے والے زائد بوجھ کو انہوں نے ایمان کی تکمیل کہہ کر متبعینِ شریعت کی سہولت اور آسانی کے لئے امت سے ہٹا دیا جبکہ نادان اس عمل کو مرجئہ فکر کا حامی تصور کرنے لگے۔ حالانکہ امامِ اعظم کی بیان کردہ تعریف ایمان عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے کیونکہ اگر ہم عمل کو ایمان کا جزو قرار دیں تو ایسا شخص جس نے سوائے کلمہ طیبہ پڑھنے کے کوئی اور نیک عمل نہ کیا ہو مومن نہیں رہتا لیکن اگر عملِ صالح کو بعد از قبولِ اسلام ایمان و اسلام کی تکمیل کے لئے ضروری قرار دیا جائے تو وہ شخص نہ صرف بدستور مومن رہتا ہے بلکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے اعمالِ شریعت پر بھی گامزن رہتا ہے۔ امامِ اعظم نے ایمان کی تعریف میں حضور نبی اکرم ﷺ کی اُسی حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھا جو آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّکَ سَتَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ طَاعُوا لَکَ بِذٰلِکَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ.(۱)

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی ومعاذ إلی الیمن، ۴: ۱۵۸۰، رقم: ۴۰۹۰

’’تم عنقریب اہلِ کتاب کی قوم میں جاؤ گے پس جب تم ان کے پاس پہنچو تو (سب سے پہلے) انہیں کلمہ توحید و رسالت - لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ - کی گواہی دینے کی طرف بلانا، پھر اگر انہوں نے اس میں تمہاری اطاعت کرلی تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن و رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر اگر انہوں نے اس میں بھی تمہارا حکم مان لیا تو انہیں کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ کو فرض کیا ہے جو ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء کو لوٹا دی جائے گی۔‘‘

مذکورہ حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں موجود اہلِ کتاب کے دلوں میں اسلام کو راسخ کرنے کے لئے طریقِ تبلیغ کو تدریجی اصولوں سے آراستہ فرمایا تاکہ بلا رکاوٹ ان اہلِ کتاب تک اسلام پہنچ جائے اور پھر وہ بتدریج اس پر عمل پیرا ہوتے چلے جائیں۔ اگر حقیقتاً عمل، ایمان کا عین ہوتا تو آپ ﷺ شہادتِ توحید و رسالت کے ساتھ ہی نماز اور زکوٰۃ کا حکم بھی فرماتے حالانکہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ امامِ اعظم نے حضور ﷺ کی اس سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایمان کی تعریف مقرر کی جبکہ کمالِ ایمان کے حصول کے لئے عمل کو لازمی قرار دیا۔ لہٰذا اتباعِ سنت پر مبنی اِس فکر کے نتیجے میں امامِ اعظم کو مرجئہ قرار دینا نہ صرف ان کے خلوصِ دین اور امانت و دیانت کو ٹھکرا دینے کے مترادف ہے بلکہ ہزارہا سال سے سنتِ رسول ﷺ پر مبنی امامِ اعظم کی اِن تعلیمات پر عمل پیرا سوادِ اعظم کی بھی توہین ہے۔ مرجئہ

......۲۔ أیضاً، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمّته إلی توحید الله، ۶: ۲۶۸۵، رقم: ۶۹۳۷

۳۔ نسائی، السنن، کتاب الزکاة، باب إخراج الزکاة من بلد إلی بلد، ۵: ۵۵، رقم: ۲۵۲۲

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۳۳

۵۔ ابن خزیمه، الصحیح، ۴: ۲۳، رقم: ۲۲۷۵

تو اپنے غلط عقائد کی وجہ سے اس حد تک گمراہ ہو چکے تھے کہ وہ عمل کو مانتے ہی نہ تھے ان میں سے ایک گروہ کے نزدیک صرف اقرارِلسانی ہی ایمانِ کامل تھا۔ جب کہ امامِ اَعظم قطعاً ایسے لغوعقائد نہ رکھتے تھے بلکہ اُن کے عقائد میں ایسا اعتدال اور استحکام تھا جو نا صرف منشائے الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق تھا بلکہ دورِ حاضر تک کی جدید اسلامی تحقیق کے مطابق بھی قطعی طور پر درست اور یقینی تھا۔

٦۔ امام بخاریؒ پر خود خلقِ قرآن کا الزام لگایا گیا

مسلمہ نے امام بخاری کے بارے میں ایک قول نقل کیا ہے جسے امام عسقلانی نے امام بخاری کے ترجمہ میں درج کیا ہے:

كان ثقة، جليل القدر، عالماً بالحديث، وكان يقول بخلق القرآن، فأنكر ذلك عليه علماء خراسان فهرب ومات وهو مستخف.(١)

''بخاری ثقہ، جلیل القدر اور حدیث کے عالم تھے۔ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا کہا کرتے تھے جس پر علماءِ خراسان نے ان کا انکار کیا تو وہ وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور روپوشی میں ہی ان کا وصال ہوگیا۔''

جبکہ امام بخاری نے اس کا انکار کیا۔ امام محمد بن نصر مروزی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو فرماتے ہوئے سنا:

من قال عنّي إني قلت: لفظي بالقرآن مخلوق؛ فقد كذب.(٢)

''جس شخص نے میری طرف سے یہ کہا کہ میں نے کہا ہے: قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں؛ تو اس نے جھوٹ بولا۔''

(١) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ٩: ٤٦

(٢) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ٩: ٤٦

جس طرح امام بخاری پر الفاظِ قرآن کے مخلوق ہونے کا بے بنیاد الزام لگنے کے باوجود ان کی روایتِ حدیث اور عدالت پر کوئی اثر نہ پڑا تو اسی طرح امامِ اعظم پر بھی اِرجاء کا بے سروپا الزام لگنے سے ان کی عدالت وثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۷۔ صحاح ستہ میں مرجئہ سے مروی روایات بھی موجود ہیں

پچھلے صفحات میں واضح ہو چکا ہے کہ امامِ اعظم پر مرجئ ہونے کا الزام بے حقیقت تھا جسے امام صاحب کی علمی عظمت و رفعت کو داغدار کرنے کے لئے متعصب اور بدعتی فرقوں کی جانب سے وضع کیا گیا تھا۔ اس تحقیق سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ اس بے بنیاد الزام سے آپ کی فقاہتِ علمی اور ثقاہتِ حدیث میں کسی قسم کے ضعف کا قطعاً امکان نہ رہا کیونکہ یہ الزام بھی اتنا ہی بے حقیقت اور بے بنیاد تھا جیسا امام بخاری پر عقیدۂ خلقِ قرآن کے سلسلے میں لگنے والا الزام غلط اور بے حیثیت تھا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کئی رواۃِ حدیث پر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا گیا لیکن امام بخاری اور امام مسلم سمیت دیگر ائمہ صحاح ستہ نے ان سے روایت کیا جن میں سے چند ائمہ کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) عبدالعزیز بن اَبی رَوَّاد سے روایتِ حدیث

امام عبدالعزیز بن ابی رواد (متوفی ۱۵۹ھ) کو ائمہ حدیث نے مرجئہ کہا ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن اسحاق الجوزجانی نے ان کے متعلق لکھا ہے:

كان عابداً غالياً فى الإرجاء.[۱]

''وہ عبادت گزار اور غالی مرجئ تھا۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے متعلق کہا:

(۱) جوزجانی، أحوال الرجال، ۱: ۱۵۲، رقم: ۲۶۸

كان رجلًا صالحًا و كان مرجئًا. (۱)

”عبدالعزیز صالح شخص اور مرجئی تھا۔“

۳۔ امام بخاری نے امام یحیٰی بن سلیم الطائفی سے امام عبدالعزیز کے مرجئہ ہونے کونقل کیا ہے:

كان يرى الإرجاء. (۲)

”وہ ارجا کا عقیدہ رکھتا تھا۔“

امام عبدالعزیز بن ابی رواد سے امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ نے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، رقم: ۳۳۹۰

(۲) جامع الترمذى، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في الصدق والكذب، رقم: ۱۹۷۲

(۳) سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب فى اتخاذ المنبر، رقم: ۱۰۸۱

(۴) سنن النسائى، كتاب الزينة، باب إسبال الإزار، رقم: ۵۳۳۴

(۵) سنن ابن ماجه، كتاب الأذان، باب السنة في الأذان، رقم: ۷۱۲

(۲) ابراہیمؒ بن طہمان سے روایتِ حدیث

امام ابراہیم بن طہمان (متوفی ۱۶۸ھ) امامِ اعظم کے مشہور شاگرد ہیں۔ امام

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۶: ۳۰۲

(۲) ۱۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۶: ۲۲، رقم: ۱۵۶۱

۲۔ بخاری، الضعفاء الصغير، ۱: ۷۴

ذہبی اور عسقلانی نے امامِ اعظم کے ترجمہ میں لکھا ہے:

حدّث عنه إبراهيم بن طهمان عالم خراسان. (۱)

''ابراہیم بن طہمان عالمِ خراسان نے امام ابوحنیفہ سے حدیث بیان کی ہے۔''

امام ابراہیم بن طہمان پر ائمہ نے ارجاء کا الزام لگایا۔ امام ذہبی نے سیر أعلام النبلاء میں ان کے ترجمہ میں بعض ائمہ سے ان کے مرجئی ہونے کو بیان کیا ہے۔

۱۔ امام صالح محمد جزرہ نے ان کے بارے میں کہا:

''ثقہ ہے، حسن الحدیث ہے، ایمان میں اِرجاء کی طرف میلان رکھتے ہیں۔''

۲۔ ابو صلت عبد السلام بن ہروی نے امام سفیان بن عیینہ کو ابراہیم بن طہمان کے بارے کہتے ہوئے سنا کہ وہ مرجئی ہے۔

۳۔ امام ابو حاتم نے کہا کہ خراسان میں دو شیخ مرجئی ہیں اور دونوں ہی ثقہ ہیں:

۱۔ ابوحمزہ سکری ۲۔ ابراہیم بن طہمان

۴۔ امام احمد بن حنبل نے ان کے بارے میں فرمایا:

كان مرجئاً، شديداً على الجهمية. (۲)

''وہ مرجئی تھا اور جہمیہ پر شدید تھا۔''

امامِ اعظم کے شاگرد امام ابراہیم بن طہمان پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابنِ ماجہ اور امام احمد نے ان سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ اس پر صحاح ستہ کے درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) ۱۔ ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۶: ۳۹۳

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۱۰: ۴۰۱

(۲) ذهبی، سير أعلام النبلاء، ۷: ۳۸۰۔۳۸۱

(۱) صحيح البخارى، كتاب الجمعة، باب الجمعة فى القرى والمدن، رقم: ۸۵۲

(۲) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبى ﷺ وتسليم الحجر عليه قبل النبوة، رقم: ۲۲۷۷

(۳) جامع الترمذى، كتاب الإيمان، باب ما جاء في علامة المنافق، رقم: ۲۶۳۳

(۴) سنن أبى داود، كتاب الصلاة، باب فى ليلة القدر، رقم: ۱۳۷۹

(۵) سنن النسائى، كتاب صلاة العيدين، باب الرخصة في الاستماع إلي الغناء وضرب الدف يوم العيد، رقم: ۱۵۹۷

(۶) سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى صلاة المريض، رقم: ۱۲۲۳

(۳) ایوبؒ بن عائذ سے روایتِ حدیث

امام بخاری نے اپنی کتب میں خود امام ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

كان يرى الإرجاء.[۱]

”وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔“

امام ایوب بن عائذ کے عقیدہ مرجئہ رکھنے کے باوجود امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) ۱۔ بخارى، التاريخ الكبير، ۱: ۴۲۰
۲۔ بخارى، الضعفاء الصغير، ۱: ۱۸

(۱) صحيح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث أبی موسی ومعاذ إلی اليمن قبل حجة الوداع، رقم: ۴۰۸۹

(۲) صحيح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب صلاة المسافرين وقصرها، رقم: ٦٨٧

(۳) جامع الترمذی، کتاب الجمعة، باب ما ذکر في فضل الصلاة، رقم: ٦١۴

(۴) سنن النسائی، کتاب تقصير الصلاة في السفر، باب تقصير الصلاة في السفر، رقم: ۱۴۴۱

(۴) عثمانؒ بن غیاث سے روایتِ حدیث

امام مزی نے تہذیب الکمال میں امام عثمان بن غیاث راسبی زہرانی بصری کے ترجمہ میں ان کے بارے میں ائمہ کے درج ذیل اقوال نقل کئے ہیں:

۱۔ امام ابو داؤد سے روایت ہے:

مرجئة البصرة: عبدالکريم أبو أمية، وعثمان بن غياث، والقاسم بن الفضل.(۱)

''بصرہ کے مرجئہ یہ لوگ تھے: ابو امیہ عبد الکریم، عثمان بن غیاث اور قاسم بن فضل۔''

۲۔ امام احمد بن حنبل ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

ثقة وکان يری الإرجاء.(۲)

(۱) مزی، تهذيب الکمال، ۱۹: ۴۷۳

(۲) مزی، تهذيب الکمال، ۱۹: ۴۷۳

’’ثقہ اور مرجئی تھا۔‘‘

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی صحاح میں ان سے احادیث لی ہیں، درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب، رقم: ۳۴۹۰

(۲) صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عثمان بن عفان، رقم: ۲۴۰۳

(۳) سنن أبی داود، کتاب السنة، باب فی القدر، رقم: ۴۶۹۶

(۴) سنن النسائی، کتاب الافتتاح، باب ترک الجهر ببسم اللہ الرحمن الرحیم، رقم: ۹۰۸

(۵) عمر بن ذر الہمدانیؒ سے روایتِ حدیث

امام مزی نے تہذیب الکمال اور امام ابنِ حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں امام عمر بن ذر الہمدانی کے بارے میں ائمہ کی درج ذیل آراء نقل کی ہیں:

۱۔ صاحبِ ’السنن‘ امام ابو داؤد فرماتے ہیں:

كان رأساً في الإرجاء وكان قد ذهب بصره.[۱]

’’عمر بن ذر بڑا مرجئی تھا اور اس کی بینائی جاتی رہی تھی۔‘‘

۲۔ عن يحيى بن سعيد القطان ما يدلّ على أنه كان رأساً في الإرجاء.[۲]

(۱) ۱۔ مزی، تهذيب الكمال، ۲۱: ۳۳۶

۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

’’یحییٰ بن سعید القطان سے جو مروی ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عمر بن ذر بڑا مرجئی تھا۔‘‘

۳۔ امام ابنِ سعد نے کہا کہ محمد بن عبداللہ اسدی نے بیان کیا:

توفي سنة ۱۵۳، وكان مرجئاً فمات فلم يشهده الثوري.(۱)

’’عمر بن ذر نے ۱۵۳ھ میں وفات پائی اور وہ مرجئی تھا، اسی لیے امام ثوری اس کے جنازے میں شریک نہ ہوئے۔‘‘

۴۔ امام ابو عاصم نے کہا:

أبو ذر كوفي، ثقة، مرجي.(۲)

’’ابو ذر (عمر بن ذر) کوفی، ثقہ اور مرجئی تھا۔‘‘

امام عمر بن ذر الھمدانی پر مرجئہ کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے اپنی کتابوں میں ان سے روایت لی ہے۔ درج ذیل حوالے ملاحظہ ہوں:

(۱) صحيح البخارى، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، رقم: ۳۰۴۶

(۲) جامع الترمذى، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة مريم، رقم: ۳۱۵۸

(۳) سنن أبى داود، كتاب البيوع، باب فى التشديد في ذلك، رقم: ۳۳۹۷

(۴) سنن النسائى، كتاب الافتتاح، باب سجود القرآن السجود في ص،

---

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

(۲) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۷: ۳۹۰

رقم: ۹۵۷

(٦) ابو معاویہ محمد بن خازِم سے روایتِ حدیث

ائمہِ کرام نے ابو معاویہ محمد بن خازِم (متوفی۱۹۵ھ) پر بھی مرجئہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ امام ابنِ حجر عسقلانی نے ان کے ترجمہ میں مختلف ائمہ کا تبصرہ نقل کیا ہے:

قال الآجري عن أبي داود مرجئاً، وقال مرّة: كان رئيس المرجئة بالكوفة. وذكره ابن حبان في الثقات وقال: كان حافظاً متقناً ولكنه كان مرجئاً خبيثاً. وقال ابن سعد: كان ثقة، كثير الحديث، يدلس، وكان مرجئاً. قال أبو زرعة: كان يرى الإرجاء، قيل له كان يدعو إليه قال: نعم.(۱)

''امام آجری نے امام ابو داؤد سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: محمد بن خازم مرجئی تھا، ایک دفعہ فرمایا: وہ کوفہ میں مرجئہ کا رئیس تھا۔ امام ابنِ حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ پختہ حافظِ حدیث تھا مگر خبیث مرجی تھا۔ امام ابنِ سعد نے کہا: وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھا، تدلیس کرتا تھا اور مرجئہ تھا۔ امام ابو زُرعہ نے کہا: وہ ارجاء کا عقیدہ رکھتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا: کیا وہ لوگوں کو ارجاء کی طرف بلاتا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔''

امام ذہبی نے ابو معاویہ الضریر کے متعلق یہاں تک روایت درج کی ہے:

إن وكيعاً لم يحضر جنازته للإرجاء.(۲)

(۱) عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۹: ۱۲۱

(۲) ذهبی، ميزان الاعتدال، ۷: ۴۲۹

’’یقیناً وکیع بن الجراح نے اِرجاء کی وجہ سے اُن کے جنازہ میں شرکت نہ کی۔‘‘

امام ابو معاویہ محمد بن خازم سے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داوٗد، امام نسائی اور امام ابنِ ماجہ جمیع اصحابِ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔ درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) صحيح البخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة في مسجد السوق، رقم: ۴۶۵

(۲) صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، رقم: ۲۷

(۳) جامع الترمذي، کتاب الصلاة، باب ما جاء أن الإمام ضَامِنٌ والمؤذن مُؤْتَمَنٌ، رقم: ۲۰۷

(۴) سنن أبي داود، کتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله ﷺ، رقم: ۴۶۵۸

(۵) سنن النسائی، کتاب النکاح، باب الحث على النکاح، رقم: ۳۲۱۰

(۶) سنن ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب النية في القتال، رقم: ۲۷۸۳

امام ابو داوٗد، امام ابنِ حبان، امام ابنِ سعد، امام ابو زُرعہ اور امام وکیع کی زبانی امام محمد بن خازم کے مرجئی ہونے پر اقوال درج کئے جا چکے ہیں۔ ارجاء کا الزام عائد ہونے کے باوجود صحاح ستہ میں مروی ان کی روایات کو ایک نظر ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ’صحیح بخاری‘ میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۵۰

۲۔ ’صحیح مسلم‘ میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۲۵۰

۳۔ ’جامع ترمذی‘ میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۱۲۰

۴۔ ’سنن ابو داوٗد‘ میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۸۵

۵۔ 'سنن نسائی' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۶۵

۶۔ 'سنن ابنِ ماجہ' میں محمد بن خازم سے مرویات کی تعداد: ۱۵۰

یعنی صرف ایک مرجئی امام سے صحاح ستہ میں کل مرویات کی تعداد **۷۲۰** ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ باقی اکابر ائمہِ حدیث جن پر ارجاء کا الزام لگایا گیا ان سے صحاح ستہ میں کل کتنی احادیث مروی ہوں گی؟

مذکورہ بالا چند ائمہ کے احوال بطورِ نمونہ اس لئے درج کئے ہیں تاکہ اس سوچ کا خاتمہ کیا جا سکے کہ جس محدّث پر بھی مرجئی ہونے کا الزام لگایا گیا، وہ ضعیف اور کمزور نہیں ہوتا تھا اسی لئے ائمہِ صحاح ستہ نے اُن سے سینکڑوں احادیث روایت کیں۔ اگر یہ تمام محدّثین غیر ثقہ اور ضعیف ہوتے یا مرجئی ہونے کا جھوٹا الزام اتنا غلیظ ہوتا تو محدّثینِ کبار اُن سے روایت نہ لیتے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے رُواۃ ہیں جن پر بعض ائمہ نے خوارج اور معتزلہ جیسے باطل فرقوں کے جھانسے میں آکر مرجئہ ہونے کا الزام لگایا لیکن امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ صحاح ستّہ سمیت محدّثینِ کرام کی اکثریت نے ان سے بھی روایت کیا۔

'صحیح البخاری' میں مزید گیارہ مرجئہ رُواۃ کی فہرست

ائمہِ جرح وتعدیل اور علم الرجال کی کتب کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد صحیح البخاری کے درج ذیل گیارہ رُواۃ عقیدہ اِرجا کے حامل ٹھہرتے ہیں، جن کو محدّثین نے مرجئی یا مائل بہ اِرجا شمار کیا ہے۔

۱۔ ابراہیم بن یزید بن شریک التَّیمی (متوفی ۹۳ھ)(۱)

(۱) ۱۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۲: ۱۴۵
۲۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱: ۱۵۴

۲۔ عَمرو بن مُرَّة (متوفی ۱۱۸ھ)[1]

۳۔ قیس بن مسلم الجَدَلِی (متوفی ۱۲۰ھ)[2]

۴۔ سالم بن عَجلان الأفطَس (متوفی ۱۳۲ھ)[3]

۵۔ شعیب بن اسحاق الدِّمَشقِی (متوفی ۱۸۹ھ)[4]

۶۔ یونس بن بُکَیر (متوفی ۱۹۹ھ)[5]

۷۔ عبد الحمید بن عبد الرحمٰن الحِمَّانِی (متوفی ۲۰۲ھ)[6]

۸۔ شَبابہ بن سَوَّار المدائنی الفزاری (متوفی ۲۰۶ھ)[7]

---

(۱) ا۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۱۸۵
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۸: ۸۹
۳۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۱: ۵۴

(۲) ا۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۲۲۲
۲۔ عسقلانی، تهذيب التهذيب، ۸: ۳۶۱

(۳) ا۔ ابن ابی حاتم، الجرح والتعديل، ۴: ۱۸۶
۲۔ ذهبی، ميزان الإعتدال، ۳: ۱۶۷

(۴) ا۔ ذهبی، الكاشف، ۱: ۴۸۶
۲۔ عسقلانی، تقريب التهذيب، ۱: ۲۶۶

(۵) ا۔ عقیلی، الضعفاء الكبير، ۴: ۴۶۱
۲۔ ذهبی، المغنی فی الضعفاء، ۲: ۷۶۵

(۶) ا۔ عجلی، معرفة الثقات، ۲: ۷۰
۲۔ ذهبی، ميزان الاعتدال فی نقد الرجال، ۴: ۲۵۲

(۷) ا۔ عجلی، معرفة الثقات، ۱: ۴۴۷
۲۔ ذهبی، من تكلم فيه: ۹۷

www.MinhajBooks.com

۹۔ خَلَّاد بن یحییٰ (متوفی ۲۱۳ھ)[۱]

۱۰۔ بِشْر بن محمد السَّخْتِیَانِی (متوفی ۲۲۴ھ)[۲]

۱۱۔ ذَر بن عبداللہ الْھَمْدَانِی[۳]

اس مفصل تحقیق سے معلوم ہوا کہ کسی بھی محدّث پر اِرجاء کا الزام لگنے کے باوجود امام بخاری سمیت بقیہ ائمہ صحاح ستہ نے اُن سے روایت کیا۔ اِن میں ایسے رُواۃ بھی ہیں جن پر مرجئہ ہونے کا الزام خود امام بخاری نے 'التاریخ الکبیر' اور 'الضعفاء الصغیر' میں ذکر کیا ہے، لیکن اس کے باوجود ان سے احادیث لیں۔ اس سے پتہ چلا کہ ثقہ، صدوق، اور اَوثق و اَصدق راوی کے مرجئہ ہونے کے باوجود ائمہ نے ان سے روایت کیا اور ان کی احادیث کو نظر انداز نہیں کیا۔ اگر درج بالا ان سترہ ائمہ کی صحاح ستہ میں مروی کل احادیث بالفرض کم از کم دو ہزار (۲,۰۰۰) بھی شمار کی جائے تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے بغیر کل صحاح ستہ کی تکرار کے بعد دس ہزار احادیث میں سے آٹھ ہزار (۸,۰۰۰) باقی بچیں گی۔ جب اِن کُل ائمہ کی احادیث کو امام بخاری نے پسند کیا ہے اور ان کو 'الصحیح' میں درج کیا ہے تو امامِ اعظم ابو حنیفہ جو علم الحدیث میں اَوثق اور اَجل مقام پر فائز ہیں یقیناً ان سے روایت لینا زیادہ قرینِ قیاس ہے، مگر اس کے باوجود امام بخاری نے آپ سے روایت نہیں کیا، کیوں؟ اس کی وجہ ہماری نظر میں صرف وہی ہے جسے ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیا کہ امام بخاری اور امامِ اعظم کے درمیان شدید علمی اختلاف تھا جس کے باعث انہوں نے آپ کی روایت کو ترک کیا جو کسی صورت آپ کے

(۱) ۱۔ مزی، تهذیب الکمال، ۸: ۳۶۱
۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۱۹۶

(۲) ۱۔ ابن حبان، الثقات، ۸: ۱۴۴
۲۔ عسقلانی، تقریب التهذیب، ۱: ۱۲۴

(۳) ۱۔ ذهبی، میزان الاعتدال، ۳: ۵۰
۲۔ عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۳: ۱۸۹

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

ضعیف فی الحدیث ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

بعض شبہات کا ازالہ

۱۔ بعض ذہنوں میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ بعض راویوں جن میں امامِ اعظم کے تلامذہ بھی شامل ہیں، پر ارجاء کا الزام تھا حتی کہ امام بخاری نے خود لگایا لیکن اس کے باوجود امام بخاری نے ان سے روایت کیا اور امامِ اعظم کو چھوڑ دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواباً عرض ہے کہ ہمیں امام بخاری کی امانت و دیانت اور صداقت و عدالت پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں لیکن گذشتہ کئی صفحات پر پھیلی ہوئی بحث سے ہم یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ امامِ اعظم کے حقیقی مقام و مرتبہ اور معرفتِ حدیث پر باطل فرقوں نے اس قدر کیچڑ اچھالا اور ان پر ارجاء کے الزام کو اس قدر ہوا دی اور ان کی مخالفت میں اس قدر زوردار پراپیگنڈہ کیا جتنا کسی اور امام کے خلاف نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جیسے سید المحدّثین اور امام المحدّثین بھی غلط فہمی کے اس جال میں پھنس گئے اور امامِ اعظم کی کامل معرفت ان تک نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ جتنی قوت اور زور سے امامِ اعظم نے ان باطل فرقوں کے خلاف آواز اٹھائی اور انہیں علمی محاذ پر شکستِ فاش دی انہوں نے ردِعمل کے طور پر آپ کے خلاف اتنا ہی زہر آلود پراپیگنڈہ کیا جس کی وجہ سے آپ کی رفعتِ علمی کئی ائمہِ حدیث کی نظروں سے اوجھل اور پوشیدہ ہوگئی اور وہ صرف ظاہر کو ہی حقیقت سمجھ بیٹھے۔

۲۔ اس کے بعد دوسرا سوال بعض اذہان میں یہ ابھرتا ہے کہ کیا امام بخاری کے علاوہ باقی ائمہ صحاحِ ستّہ اور دیگر ائمہِ حدیث نے امامِ اعظم سے روایت کیا ہے؟

ذہن نشین رہے کہ کئی ائمہِ حدیث نے امامِ اعظم سے روایت کیا ہے جن میں امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد بن حنبل، امام ابنِ حبان اور امام ابنِ خزیمہ جیسے اکابرینِ حدیث شامل ہیں۔ فی الحال ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اِن پر تفصیلی تحقیق مع حوالہ جات

اِن شاء اللہ عزوجل راقم کی کتاب ''امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ: امام الائمۃ فی الحدیث'' کی جلد دوم میں آئے گی۔

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

مآخذ و مراجع

www.MinhajBooks.com

۱۔ **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ ابن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/ ۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۲۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۳۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دارالقلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

۴۔ **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ الضعفاء الصغیر۔ حلب، شام: دارالوعی، ۱۳۹۶ھ۔

۵۔ **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۶۔ **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۷۔ **جوزجانی**، ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب (۲۵۹ھ)۔ أحوال الرجال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ۔

۸۔ **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰۔۵۷۹ھ/ ۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ صفۃ الصفوۃ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء۔

۹۔ **ابن ابی حاتم**، ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی تمیمی (۳۲۷ھ)۔

الجرح و التعديل۔ بیروت، لبنان: دار إحياء التراث العربى، ۱۲۷۱ھ۔

۱۰۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ تسمية من أخرجهم البخاري و مسلم۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب، ۱۴۰۷ھ۔

۱۱۔ **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/ ۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ المستدرک على الصحيحين۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۲۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

۱۳۔ **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/ ۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۳ء۔

۱۴۔ **ابن حزم**، علی بن احمد بن سعید اندلسی (۳۸۴۔۴۵۶ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۴ء)۔ الفصل فی الملل و النحل۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء۔

۱۵۔ **ابوحنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الرسالة إلى عثمان البتي (مجموعة كتب العقيدة وعلم الكلام للشيخ زاهد الكوثرى)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ۔

۱۶۔ **ابوحنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الفقه الاكبر مع الشرح لملّا على القاري۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۱۷۔ **ابو حنیفہ**، امامِ اعظم نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰ھ)۔ الوصية في التوحيد (مجموعة كتب العقيدة وعلم الكلام للشيخ زاهد الكوثرى)۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

۱۸۔ **ابن خزیمہ**، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۲۳۔۳۱۱ھ/ ۸۳۸۔۹۲۴ء)۔ الصحيح۔

بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔

۱۹۔ **خطیب بغدادی**، ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲۔ ۴۶۳ھ/۱۰۰۲۔۱۰۷۱ء)۔ **تاریخ بغداد**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

۲۰۔ **ابنِ خلکان**، ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان (۶۰۸۔ ۶۸۱ھ)۔ **وفیات الأعیان وأنباء الزمان**۔ بیروت، لبنان: دار الثقافۃ، ۱۹۶۸ء۔

۲۱۔ **ابو داؤد**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۲۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **تذکرۃ الحفاظ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۲۳۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **سیر أعلام النبلاء**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۲۴۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **الکاشف في معرفۃ من لہ روایۃ في الکتب الستۃ**۔ جدہ، سعودی عرب: دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۴۱۳ھ۔

۲۵۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **المغني فی الضعفاء**۔

۲۶۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **میزان الاعتدال في نقد الرجال**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۵ء۔

۲۷۔ **ذہبی**، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳۔۷۴۸ھ)۔ **ذکر أسماء من تکلم فیہ وھو موثق**۔ زرقاء، اردن: مکتبۃ المنار، ۱۴۰۶ھ۔

۲۸۔ **سبکی**، تاج الدین بن علی بن عبد الکافی (۷۲۷۔۷۷۱ھ)۔ طبقات الشافعية الكبرى۔ ہجر للطباعة والنشر، ۱۴۱۳ھ۔

۲۹۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ تبييض الصحيفة بمناقب أبي حنيفة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۳۰۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الریاض الحدیثۃ۔

۳۱۔ **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ طبقات الحفاظ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔

۳۲۔ **شافعی**، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (۱۵۰۔۲۰۴ھ/۷۶۷۔۸۱۹ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ

۳۳۔ **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹۔۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔

۳۴۔ **صالحی**، ابوعبد اللہ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعی (۹۴۲ھ)۔ عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان۔ کراچی، پاکستان: مکتبۃ الشیخ۔

۳۵۔ **ابن الصلاح**، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہروزی (۵۷۷۔۶۴۳ھ)۔ صيانة صحيح مسلم من الإخلال والغلط وحمايته من الإسقاط والسقط۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۴۰۸ھ۔

۳۶۔ **ابن الصلاح**، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن شہروزی (۵۷۷۔۶۴۳ھ)۔ علوم

الحديث (المعروف مقدمة ابن الصلاح مع التقييد والإيضاح)۔ اکوڑہ خٹک، پاکستان: ناشر جلال الدین افغانی/ مدینہ منورہ: سعودی عرب: المكتبة السلفية، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء۔

۳۷۔ **صیمری**، ابوعبداللہ حسین بن علی (۴۳۶ھ)۔ أخبار أبي حنيفة وأصحابه، حیدرآباد، بھارت، مطبعة المعارف الشرقية، ۱۳۹۴ھ/ ۱۹۷۴ء۔

۳۸۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ مسند الشاميين۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۳۹۔ **طبرانی**، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/ ۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الكبير۔ موصل، عراق: مكتبة العلوم والحكم، ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۴ء۔

۴۰۔ **ابن عبد البر**، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸۔۴۶۳ھ/ ۹۷۹۔۱۰۷۱ء)۔ جامع بيان العلم وفضله۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

۴۱۔ **ابن عبد الہادی**، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عبد الحمید بن قدامہ مقدسی حنبلی (۷۰۵۔۷۴۴ھ)۔ مختصر طبقات علماء الحديث۔

۴۲۔ **عجلی**، ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن صالح کوفی (۱۸۲۔۲۶۱ھ)۔ معرفة الثقات۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مكتبة الدار، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۴۳۔ **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن حسین دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاريخ مدينة دمشق۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

۴۴۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ تقريب التهذيب۔ شام: دار الرشید، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۴۵۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ تهذيب التهذيب۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ۔

۴۶۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ فتح الباری بشرح صحيح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۴۷۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ لسان الميزان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الاعلمی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۴۸۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ هدي الساري مقدمة فتح الباري۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

۴۹۔ **عسقلانی**، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء)۔ النكت علی كتاب ابن الصلاح۔

۵۰۔ **عقیلی**، ابو جعفر محمد بن عمر بن موسیٰ (۳۲۲ھ)۔ الضعفاء الكبير۔ بیروت، لبنان: دار المکتبۃ العلمیۃ، ۱۹۸۴ھ۔

۵۱۔ **ابو عوانہ**، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشا پوری (۲۳۰۔۳۱۶ھ/ ۸۴۵۔ ۹۲۸ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۹۹۸ء۔

۵۲۔ **قرشی**، عبد القادر بن محمد بن محمد ابن ابی الوفاء قرشی مصری (۶۹۶۔۷۷۵ھ/ ۱۲۹۷۔۱۳۷۳ء)۔ الجواهر المضيئة فی طبقات الحنفية۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء۔

۵۳۔ **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔ ۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۰۴ھ۔

۵۴۔ **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ **البداية والنهاية**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۱ھ۔

۵۵۔ **کردری**، محمد بن محمد بن شہاب ابنِ بزاز (۸۲۷ھ)۔ **مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة**۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۶۔ **کلاباذی**، ابو نصر احمد بن محمد بن حسین بخاری (۳۲۳۔۳۹۸ھ)۔ **رجال صحيح البخاري**۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۱۴۰۷ھ۔

۵۷۔ **لالکائی**، ابو قاسم ابن حسن بن منصور (۴۱۸ھ)۔ **شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة**۔ ریاض، سعودی عرب، دار طیبہ، ۱۴۰۲ھ۔

۵۸۔ **ابن ماجہ**، ابوعبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

۵۹۔ **مرتضٰی زبیدی**، سید ابوالفیض محمد بن محمد بن محمد حسینی (۱۲۰۵ھ)۔ **عُقود الجواهر المنيفة في أدلة مذهب الإمام أبي حنيفة مما وافق فيه الأئمة الستة أو أحدهم**۔ پاکستان، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی۔

۶۰۔ **مزی**، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبد الرحمٰن بن یوسف بن عبد الملک بن یوسف بن علی (۶۵۴۔۷۴۲ھ/ ۱۲۵۶۔۱۳۴۱ء)۔ **تهذيب الكمال**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

۶۱۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحيح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۲۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الكنى والأسماء**۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: الجامعۃ الاسلامیۃ، ۱۴۰۴۔

۶۳۔ **ابن منجویہ**، ابو بکر احمد بن علی الاصبہانی (۳۴۷۔ ۴۲۸ھ)۔ رجال مسلم۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۴۔ **موفق**، ابن احمد بن محمد مکی (۴۸۴۔ ۵۶۸ھ)۔ مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ۔

۶۵۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ حلب، شام: مکتب المطبوعات، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء۔

۶۶۔ **نسائی**، احمد بن شعیب (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء۔

۶۷۔ **ابن النقطہ**، ابو بکر محمد بن عبد الغنی بغدادی حنبلی (۵۷۴۔۶۲۹ھ)۔ التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانيد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۶۸۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ تهذيب الأسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ۔

۶۹۔ **نووی**، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱۔۶۷۷ھ/ ۱۲۳۳۔۱۲۷۸ء)۔ شرح النووي على صحيح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ۔

۷۰۔ **ہیثمی**، ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔ ۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۷۱۔ **ابو یعلی خلیلی**، خلیل بن عبد اللہ بن احمد قزوینی (۳۶۷۔۴۴۶ھ)۔ الإرشاد فی معرفة علماء الحديث۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، ۱۴۰۹ھ۔